اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الااللہ
حقیقت اسلام
(ایک علمی تحقیق)
چوہدری افتخار الزمان
سٹوڈنٹ آف قرآن

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا اِلٰہ الا اللہ

حقیقتِ اسلام

(ایک علمی تحقیق)

چوہدری افتخار الزمان
سٹوڈنٹ آف قرآن

مصنف حقیقتِ اسلام

چوہدری افتخار الزماں
(الیکٹرونکس انجینئر)
سٹوڈنٹ آف قرآن

فہرست مضامین

دین اسلام کی بنیاد

سیاست ہو یا مذہب یہ دو موضوع خاص طور پر ہمارے ملک میں ایسے ہیں کہ اس میں ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ مجھ سے زیادہ علم اس دنیا میں کسی کو نہیں ہے۔ یہ بات خاص طور پر مذہبی معاملات میں ایسی اٹل ہے جس کا کوئی توڑ نہیں۔ میں بنیادی طور پر ایک سائنس کا طالب علم ہوں اور آپ سمجھتے ہیں کہ سائنس پڑھنے والا اور سمجھنے والا شخص انتہائی حقیقت پسند ہوتا ہے۔اور مفروضوں پر قطعاً بنیاد نہیں رکھتا۔ سائنس میں ہر بات کا ٹھوس ثبوت ہوتا ہے اور ہر بات لیبارٹری میں عملی طور پر ثابت ہونے کے بعد تسلیم کی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک حقیقت پسند طالب علم ہونے کی حیثیت سے میرے دل میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ معلوم کروں کہ دین کے معاملے میں سچ کیا ہے؟ اور جب میں اس کی تلاش میں عملی طور پر باہر نکلا تو ان گنت فرقوں سے واسطہ پڑا اور جس بھی فرقے کے شخص سے ملا اس نے یہی دعویٰ کیا کہ میں اور صرف میں ہی دینی معاملے میں درست ہوں اور باقی پورا پاکستان تو کیا ساری دنیا کے لوگ پاگل ہیں۔ ایک سائنس کا طالب علم ہونے کے ناطے میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کے سب تو یقیناً سیدھے راستے پر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے اور کوئی ایک شخص کسی دوسرے فرقے کے شخص کی بات تک سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر بھی کہنے سے باز نہیں آتے۔ بہر حال ایک انتہائی غیر جانب دار اور حقیقت پسند آدمی کی حیثیت سے میں ایک عرصہ تک اس جستجو میں رہا کہ آخر سچ کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اللہ سے یہ دعا کرتا رہا کہ اے اللہ میں تمام فرقوں کو چھوڑ کر انتہائی مخلص ہو کر صرف حقیقت کو پانا چاہتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جب بھی انسان مخلص ہو کر دل کی گہرائی سے حقیقت پانے کی جستجو رکھتا ہے تو اللہ جو کہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے یقیناً اسے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ وہ سیدھی راہ بظاہر دنیا والوں کی نظر میں خواہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو۔ مگر اس راہ پر چلنے والوں کو

دنیاوی زندگی میں لازماً وہ نتائج ملتے ہیں جس کا وعدہ اللہ نے انسانوں سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ دنیا میں جو بھی لیباٹری میں کوئی تجربہ کرے گا اور اگر وہ تجربہ سائنس کی رو سے درست کیا گیا ہو تو یقیناً اسے وہی نتائج ملیں گے جو کہ اس تجربے کا موجد دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہ ہے بھی حقیقت کہ تجربہ خواہ فزکس کا ہو یا کیمسٹری وغیرہ کا، اگر آپ موجد کی ہدایات کے مطابق تجربہ کریں گے تو لازماً وہی نتائج پائیں گے جو کہ موجد کا دعویٰ ہے۔ بالکل اسی طرح اگر انسان کو اس کے موجد یعنی اللہ کی ہدایات پر چلایا جائے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اگر ہدایات پر عمل درست ہو اور وہ نتیجہ نہ ملے جو کہ موجد کا دعویٰ ہے۔ اگر آج ہمیں وہ نتائج نہیں ملتے جو کہ چودہ سو سال پہلے اس آسمان نے دیکھے ہیں تو یہ پکی بات ہے کہ ہم نے موجد کی ہدایات کے مطابق اپنی دنیاوی لیباٹری میں تجربہ نہیں کیا۔ لہٰذا ہمیں دوبارہ گہرائی سے موجد کی ہدایات پر غور کرنا ہو گا کہ ہم کہاں سے اپنا راستہ بھولے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ سیدھا راستہ اپنانے کے لیے ہمیں لازماً اپنا موجودہ فرضی اور غلط راستہ چھوڑنا ہو گا۔ خواہ یہ ہمیں یا دنیا والوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ اور انتہائی غیر جانب دار رہتے ہوئے بغیر کسی بھی کھینچا تانی کے موجد کی ہدایات پر از سر نو غور کرنا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں انسان پچاس فیصد سیدھا راستہ اس وقت پا لیتا ہے جب وہ حقیقت ڈھونڈنے کی جستجو لئے اپنا آبائی مسلک چھوڑ کر صرف غیر جانب دار ہو جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد آیئے اب مکمل طور پر غیر جانب دار رہتے ہوئے سیدھے راستے کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ دنیا کا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت نامہ صرف قرآن ہے۔ چنانچہ اسی بات کی تصدیق محترم محمد رسول اللہ نے آخری حج کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے کر دی کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ یاد رکھو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ لہٰذا یہ بلا شبہ حقیقت ہے کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن ہی وہ واحد ہدایت نامہ ہے جس کا کہ اس دنیاوی لیبارٹری میں تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح انسان ان گم گشتہ ثمرات کا وارث بن سکتا ہے جس کا دعویٰ خود موجد یعنی

اللہ نے کیا ہے اور جس کی گارنٹی محترم محمد رسول اللہ نے دی ہے۔

آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ دنیا میں ہر کام کرنے کے لیے کچھ اصول اور قوانین ہوتے ہیں۔ اور اگر ان اصول اور قوانین پر عمل نہ کیا جائے تو کسی بھی کام کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ جس طرح کسی بھی مشین کو چلانے کے لیے اور اس سے مکمل فوائد حاصل کرنے کے لیے اس مشین کے بارے میں مکمل معلومات اور چلانے کے اصول اور قوانین کا جاننا اور ان کے مطابق عمل کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح قرآن کو سمجھنے کے لیے بھی کچھ اصول اور قوانین ہیں۔ جن کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اللہ کے ہدایت نامہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔ ورنہ اگر ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے اپنی مرضی کی تو پھر یقیناً ہم سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے۔ اور اس طرح نتائج سے محروم رہیں گے۔ قرآن کو سمجھنے کے یہ سنہری اصول اور قوانین بھی خود قرآن ہی نے متعین کئے ہیں۔ اور کسی شخص کی عقل پر یہ نہیں چھوڑا کہ وہ قرآن کا ترجمہ یا مفہوم اپنی مرضی سے کر لے اور اسی طرح اپنا ایک الگ فرقہ بنا لے۔ لہٰذا آیئے اب ان اصول اور قوانین کو انتہائی گہرائی سے غور کرتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلا اصول: قرآن پاک میں انتہائی واضح ارشاد پاک ہے۔

”ما فرطنا فی الکتاب من شی۔“ 6/38 ترجمہ ”ہم نے الکتاب یعنی قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں جو کہ تحریر نہ کی ہو“ اب اس سیدھے اور صاف حکم کو بغیر کسی حجت کے گہرائی سے سوچیئے تو یقیناً صاف طور پر ایک اصول سمجھ آئے گا کہ ہر وہ بات اور ہر وہ لفظ جو قرآن پاک میں درج نہیں ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ بعد کی پیداوار ہیں اور مختلف قسم کی علاقائی رسومات اور اعتکادات کی وجہ سے رفتہ رفتہ اسلام میں داخل ہوتے ہوئے ایک فرقے کا موجب بنیں اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

”وقال الرسول یرب ان قومی اتخذو ھذا القران مھجوراً۔“ 25/30

ترجمہ ”رسول اور قرآن پاک خود اللہ سے شکایت کریں گے کہ اے پروردگار لوگوں نے مجھے اپنے اعتکادات اور رسومات کی رسیوں میں اتنا جکڑ لیا تھا کہ میں اپنی مرضی سے ایک قدم بھی چلنے کے قابل نہ تھا“ غور فرمایئے یہاں ہمیں قرآن سمجھنے کا دوسرا اصول ملا۔ وہ یہ کہ ہم نے قرآن کو اس کی اپنی مرضی سے چلنے دینا ہے اور زبردستی کھینچا تانی کر کے اپنی مرضی کا ترجمہ نہیں کرنا۔ اب آیئے قرآن کے تیسرے اصول کی طرف جو کہ ہمیں قرآن کا ترجمہ کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوافیه اختلافا کثیرا“ ۔4/82 ترجمہ ”لوگو! کیا تم غور نہیں کرتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے“ اب آپ آیت پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن کا ترجمہ کس طرح کرنا ہے۔ یعنی اگر کسی آیت کا ترجمہ قرآن کی کسی دوسری آیت کے ترجمے سے بظاہر الٹ ہے یا ٹکرا رہا ہے تو سمجھ لیں کہ ہم نے ان دونوں آیتوں میں سے کسی ایک آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اب چونکہ درست ترجمے والی آیت کی تصدیق قرآن کی کئی اور آیات سے ہو جاتی ہے لہٰذا دوسری آیت کا ترجمہ جو پہلے غلط کیا ہوا تھا، بڑی آسانی سے درست کیا جا سکتا ہے۔

یہاں پر ضمناً ایک اصول بیان کرتا چلوں کہ قرآن میں کچھ الفاظ کا ترجمہ لفظی کرنا ہوتا ہے اور کچھ کا اصطلاحی مطلب مراد ہوتا ہے۔ اس فرق کو یقینی بنانے کے دو طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ تو سیدھا سا یہی ہے کہ سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں مطلب لفظی ہے یا اصطلاحی۔ اگر پھر بھی دقت ہو تو دوسرا طریقہ یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی کوئی آیت دوسری سے متضاد ہے تو ترجمہ درست کر لینا چاہیئے۔ مثلاً قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی (16/86) یا مثلاً 20/38 + 28/7 وغیرہ۔

اب یہاں صاف ظاہر ہے کہ لفظ وحی کا ترجمہ لفظی نہ ہوگا نہ کہ اصطلاحی کیونکہ وحی تو صرف نبی پر آتی ہے۔ چنانچہ یہاں مفہوم ہوگا کہ ہم نے شہد کی مکھی کی نیچر یہ بنائی ہے یا اس کی جبلت میں یہ بات رکھ دی ہے۔ وغیرہ۔ ان بنیادی اصولوں کو سمجھنے کے بعد آیئے اب ان قوانین کی روشنی میں دین کے سیدھے اور صاف راستے کا تعین کریں۔ دین اسلام (نظام حیات) میں قوانین سازی یعنی احکامات دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی بھی انسان کو نہیں دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں متعدد مقامات پر دوٹوک الفاظ میں صرف اور صرف اللہ ہی کا حکم ماننا دین کی اصل بنیاد بتایا گیا ہے۔ سورۃ یوسف میں ارشاد ہوا۔

"ان الحکم الا للہ..." 12/40 ترجمہ "یادرکھو اللہ کے سوا کوئی حکم دینے والا نہیں ہے۔ اور اس کے سوا کسی کا حکم ماننا جائز نہیں ہے یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

قیامت کے روز دوزخ میں جانے والوں سے بھی یہی کہا جائے گا کہ

"ذٰلکم بانہ اذادعی..." 40/12 ترجمہ "(یہ سب اس لیے ہوا) کہ جب تمہیں تنہا اللہ کا حکم ماننے کو کہا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور جب اللہ کے حکم کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کر لیتے تھے۔ یادرکھو حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے جو بہت اعلیٰ اور بلند ہے"۔

اور اسی لیے سورۃ الکھف میں دوٹوک الفاظ میں فرمایا۔

"ولا یشرک فی حکمہ احدا..." 18/26 ترجمہ "اللہ اپنے حکم میں کسی بھی انسان کو شریک نہیں کرتا اور نہ ہی اسکے احکامات میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے"۔ سورۃ انعام میں فرمایا۔

"ان الحکم الا للہ..." 6/57 ترجمہ "حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے اور وہی سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"

اسی سورۃ میں ذرا آگے چل کر پھر ارشاد فرمایا۔

"الا لہ الحکم..." 6/62 ترجمہ "سن رکھو کہ حکم صرف اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے

والا ہے''

سورۃ القصص میں فرمایا۔

''ولـہ الحکم والیه ترجعون...'' 28/70 + 28/88 ترجمہ'' دنیااور آخرت میں وہی سب سے بڑا ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے''۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلا کلمہ ہی یہی ہے **لا الہ الا للہ** ترجمہ'' اللہ کے سوا کسی کا بھی حکم ماننا جائز نہیں ہے''۔ دین اسلام میں خالص اللہ کے حکم کے ساتھ ساتھ کسی بھی انسان کا حکم ماننا اللہ کے نزدیک شرک ہے۔ جو دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے اور جس کی معافی کسی بھی صورت نہیں ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا۔

''ام لھم شرکو ...'' 42/21 ترجمہ'' کیا ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو وہ دینی احکامات بنا کر دیتے ہیں جن کا حکم اللہ نے نہیں دیا''۔ یہاں دیکھئے کس قدر سخت الفاظ میں ارشاد ہوا کہ دین کے معاملے میں ہر وہ عمل جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا وہ کرنا شرک ہے۔

سورۃ مائدہ میں فرمایا۔

''ومن لم یحکم بما ...'' 5/44-45-47 ترجمہ'' جو لوگ بھی خالص اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کو حکم نہ دے تو وہی تو کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق ہیں''۔ ان تمام قرآنی آیات اور ایسی ہی بے شمار آیات پڑھنے کے بعد یہ بات حتمی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ دین میں حکم صرف اللہ کا مانا جائے گا اور اس کے علاوہ کسی انسان کا حکم ماننے والا مشرک ہوگا۔

اس ضمن میں آیئے اب ایک اور انتہائی نازک مسئلے مگر اہم ترین نکتے کی طرف کہ شاید یہی نکتہ ہمارے معاشرے میں فرقہ پرستی کی بنیاد بنتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ **''اطیعواللہ و اطیعـوالـــرسول''** اور اس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور پھر مفہوم میں لکھا جاتا ہے کہ اللہ کی اطاعت سے مراد قرآن کریم کے احکامات ہیں

اور رسول کی اطاعت سے مراد سنت، احادیث اور فقہ وغیرہ۔ اور پھر اسی مفہوم کو بنیاد بنا کر فرقہ پرستی کی وہ عمارت استوار کی جاتی ہے جسے ڈھانے اور مٹانے کے لیے یہ قرآن آیا تھا۔ یہ ہے وہ نازک مقام جہاں اکثر سادہ لوح عوام دھوکہ کھا جاتے ہیں اور پھر فرقہ پرست طاقتیں ان کو اپنے جال میں اس طرح پھنسا لیتی ہیں کہ یہ لوگ لازماً کسی ایک فرقے کا حصہ بن جاتے ہیں اور یوں پوری قوم فرقوں میں بٹ کر نہ صرف اس دنیا میں انتہائی کمزور ہو جاتی ہے بلکہ اللہ کی ان نعمتوں سے بھی محروم ہو جاتی ہے جس کا وعدہ خود اللہ نے اپنی کتاب میں کر رکھا ہے۔ بہر حال آیئے ایک بار پھر انتہائی غیر جانب دار رہتے ہوئے قرآن کی اس آیت کا مفہوم قرآن ہی کے دیے ہوئے اصولوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن سمجھنے کا تیسرا اصول یہ تھا کہ اگر قرآن کی کسی دو آیتوں کا مطلب بظاہر ایک دوسرے سے الٹ نظر آ رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے کسی ایک آیت کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ لہٰذا اسی اصول کے تحت ہمیں رسول کی اطاعت کرنے والی آیت کے مفہوم پر مزید گہرائی سے سوچنا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ولو تقول علینا بعض..." 69/44-47 ترجمہ "اور اگر یہ پیغمبر بھی ہماری نسبت کوئی آیت (حکم) بنا لاتے تو ہم ان کا داہنہ ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے اور پھر تم میں سے کوئی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا"۔ حکم بنانا تو ایک طرف اللہ کے احکامات میں معمولی ردو بدل کا اختیار تک انبیاء کو حاصل نہیں۔ ارشاد ہوا۔

"قل مایکون لی ان ابدله..." 10/15 ترجمہ "کہہ دیجئے اے رسول کہ مجھ کو اختیار نہیں کہ قرآنی آیات میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کروں میں تو صرف اس حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں بھی اس سے روگردانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے"۔ ان آیات پر غور کرنے کے بعد ذرا سا بھی شک نہیں رہتا کہ رسول جو حکم دیتا ہے وہ حکم

دراصل رسول کا نہیں بلکہ وہ حکم اللہ کا ہوتا ہے۔ رسول کا کام صرف اللہ کے احکامات کی اطاعت کروانا ہے۔ لہٰذا رسول کی اطاعت دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے یعنی یہ دو الگ الگ اطاعتیں نہیں ہیں۔ اس حقیقت کو سورۃ نجم میں یوں فرمایا۔

''وما ینطق عن الھویٰ۔۔'' 53/3-4 ترجمہ ''یہ رسول تو اپنی مرضی سے بولتے بھی نہیں ہیں۔ یہ تو صرف اللہ کا حکم ہی بیان کرتے ہیں'' اب اللہ کا حکم چونکہ صرف قرآن ہے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ نے صرف اور صرف قرآن کے علاوہ کچھ بھی نہیں فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

''واذالم تاتھم بایۃ۔۔'' 7/203 ترجمہ ''اور جب تم ان کے پاس کچھ دنوں تک کوئی آیت (حکم) نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے اپنی طرف سے کیوں نہیں بنالی۔ کہہ دو کہ میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے اللہ کی طرف سے آتا ہے اور یہ قرآن ہی تمہارے رب کی طرف سے ہدایت اور رحمت ہے''۔ ان آیات سے حتمی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول کی بات درحقیقت رسول کا اپنا ذاتی حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اللہ کے احکامات بندوں تک پہنچانے کا فریضہ ادا کر رہا ہوتا ہے۔ سورۃ انعام میں ہے۔

''قل لا اقول لکم عندی۔۔'' 6/50 ترجمہ ''کہہ دیجئے اے رسول کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔ کہہ دیجئے کہ بھلا کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے'' سورۃ البقرہ میں فرمایا۔

''قل ان ھدی اللہ ھو۔۔'' 2/120 ترجمہ ''کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت (حکم) ہی تو اصل ہدایت ہے اور اے رسول اگر تم اللہ کا حکم آجانے پر بھی لوگوں کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو عذاب الٰہی سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار''۔ سورۃ انبیاء میں فرمایا۔

''قل انما انذرکم بالوحی۔۔'' 21/45 ترجمہ ''کہہ دیجئے اے رسول کہ میں تو تم کو اللہ

کے حکم کے مطابق نصیحت کرتا ہوں اور بہروں کو نصیحت کی جائے تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں''۔سورۃ العنکبوت میں فرمایا۔

''وما علی الرسول الا۔۔'' 29/18 ترجمہ''اور رسول کے ذمے تو صرف اللہ کا پیغام (احکامات) کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں''۔ایسی ہی آیات قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔

اس مقام پر آ کر اکثر فرقہ پرست لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی بات درست ہے مگر قرآنی آیات کی تفصیل ہمیں فقہ اور احادیث وغیرہ سے ملے گی اور اس طرح ہر فرقہ کی احادیث اور فقہ وغیرہ الگ الگ ہونے کی وجہ سے فرقہ پرستی کی جڑیں مضبوط رہتی ہیں۔اب آیئے انتہائی غیر جانب دار رہتے ہوئے یہی سوال ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھتے ہیں اور جواب پوچھتے ہیں۔ارشاد ہوا۔

''وتفصیل کل شیء وھدی۔۔'' 12/111 ترجمہ''(یہ قرآن) ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''۔

سورۃ النحل میں فرمایا۔

''ونذلنا علیک الکتب۔۔'' 16/89 ترجمہ''اے رسول ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان مفصل ہے''۔سورۃ بنی اسرائیل میں ہے۔

''وکل شیء فصلنه تفصیلاً۔۔'' 17/12 ترجمہ''اور ہم نے قرآن میں ہر چیز کی بخوبی تفصیل کر دی ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رسول اللہ کو واضح حکم دیا کہ

''افغیر اللہ ابتغی۔۔'' 6/114 ترجمہ''کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جو کہ انتہائی مفصل ہے''۔

سورۃ العنکبوت میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں فرمایا۔

''اولم یکفھم انا انزلنا ...'' 29/51 ترجمہ'' کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کر دی جو ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے''۔ اللہ تعالیٰ کے ان انتہائی سخت اور محکم ارشادات کے باوجود ہم میں سے اکثر لوگ اللہ کے ان احکامات کو نہ مانتے ہوئے پرزور یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن نہ تو مکمل ہے نہ مفصل اور نہ ہی اکیلا ہمارے لیے کافی ہے کیونکہ اس میں کئی باتوں کی تفصیل نہیں ہے جو کہ ہمیں مختلف فرقوں کی کتابوں یعنی فقہ اور احادیث وغیرہ سے ملے گی۔ میں نے ان تمام لوگوں کے دلائل سنے اور ان کا بغور جائزہ لیا۔ جس کا تجزیہ کرنا بھی ضروری ہوگا۔

قرآن چونکہ قیامت تک لوگوں کے لیے سر چشمہ ہدایت ہے اس لیے اس میں وہ قوانین جو قیامت تک کے لیے غیر متبدل ہیں۔ مکمل تفصیل کیساتھ دے دیئے گئے ہیں لیکن جن قوانین کی جزیات زمانے کے حساب سے تبدیل ہوسکتی ہیں وہ اصولی قوانین تو قرآن میں درج ہیں مگر انکی جزیات کا تعین حاکم وقت پر چھوڑ دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور حاکم وقت کی اور ساتھ ہی حاکم وقت کو بھی پابند کر دیا گیا کہ وہ اپنی شوریٰ سے مشورہ کر کے قرآنی احکامات کی جزیات کا تعین زمانے کے حساب سے کرسکتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر کتنی دینی ہے یہ اسکی جزیات ہیں اور یہ حاکم وقت مشورے سے ملک میں غربت کا تناسب دیکھتے ہوئے متعین کرے گا ۔ یا مثلاً صلوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے اب اس کی ادائیگی کا وقت اور طریقہ کار قرآن کی روشنی میں مشاورت سے حاکم وقت طے کرے گا۔ یہاں خاص طور پر یہ سمجھنا انتہائی ضروری ہوگا کہ قرآن چونکہ مکمل اور انتہائی مفصل ہے لہٰذا صلوٰۃ کی ادائیگی کے دوران کسی بھی قسم کے غیر قرآنی الفاظ کا استعمال صلوٰۃ کی ادائیگی کو منسوخ کرسکتا ہے۔ یاد رکھیئے۔ خالص کتاب اللہ (قرآن) کے علاوہ کوئی بھی فقہ یا فرقہ یا شریعت کی کتاب لکھنا اللہ کے نزدیک کتنا بڑا گناہ ہے سنیئے۔

''فویل للذین یکتبون...'' 2/79 ترجمہ'' ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جو اپنے ہاتھوں

سے تو کتاب (یعنی دینی احکامات) لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ تو اللہ ہی کے احکامات ہیں تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی دنیاوی قیمت حاصل کریں۔ان پر افسوس ہے کہ اپنی طرف سے لکھتے ہیں اور ان پر پھر دوبارہ افسوس ہے''غور فرمائیں یہاں پر کس قدر واضح الفاظ میں اللہ نے ان تمام اسلام کے ٹھیکداروں کی نفی کر دی ہے۔ جو دین میں اپنے آپ کو یا کسی بھی غیر اللہ کو سند یا حجت مانتے ہوئے اپنی ایک الگ فقہ بنا کر فرقہ کا موجب بنتے ہیں اس لیے ارشاد پاک ہوا۔

''ان الذین یکتمون۔۔'' 2/174 ترجمہ''جو لوگ اللہ کی کتاب سے احکامات اور ہدایات اپنے خاص مقصد کی خاطر چھپاتے ہیں تا کہ ان کو کچھ دنیاوی فائدہ حاصل ہو جائے وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ گناہوں سے پاک کرے گا۔ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے''۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا۔

''ان الـذین یکتمون۔۔'' 2/159 ترجمہ''جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں کسی ذاتی غرض سے چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کو سمجھانے کے لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں''۔

اسی ضمن میں مزید فرمایا۔

''واذا قیـل لھم۔۔'' 2/170 ترجمہ''جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے صرف اسی کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے چاہے ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں''۔قرآن چونکہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے ہدایت ہے اس لیے اس آیت کا اطلاق ہر دور کے انسانوں پر ہو گا۔

یاد رکھیئے۔خالص قرآنی احکامات سے ہٹ کر کچھ بھی کرنا فرقہ بندی ہے اور فرقہ بندی بدترین قسم کا

شرک ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''من الذین فرقوا دینھم۔۔'' 30/32 ترجمہ ''لوگو مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے دین کوٹکرے کرڈالا اور فرقوں میں بٹ گئے۔پھر سب فرقے خوش ہیں کہ ہم درست راستے پر ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ کو فرقہ پرستوں سے الگ رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ہوا۔

''ان الذین فرقو۔۔'' 6/159 ترجمہ ''اے رسول جن لوگوں نے دین میں فرقے بنا لیے ہیں۔تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں''۔ذرا غور فرمائیں جن لوگوں سے رسول کا واسطہ نہیں ہوگا ان کا کیا حشر ہوگا پھر یہی نہیں بلکہ اللہ نے فرقے کی مسجدوں کو بھی مسمار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان میں جانے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔9/107 مشرکوں اور فرقہ پرستوں کے بارے میں یہاں تک فرمایا۔

''ما کان للمشرکین ان۔۔'' 9/17 ترجمہ ''مشرکوں کو جائز نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے''۔

ان مختصر سی تفصیلات کو بیان کرنا دین کی ایک درست بنیاد رکھنے کی انسانی کوشش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر جو عمارت استوار ہوگی وہی اصل دین ہوگا۔کیونکہ وہ قرآن سے باہر نہیں ہوگا۔امید کرتا ہوں کہ آپ اپنا ذاتی مسلک چھوڑ کر اللہ کے حکم کے مطابق خالص قرآنی احکامات جو کہ مفصل ہیں کی روشنی میں اپنے درست راستے کا تعین کریں گے اور اس پر عمل کر کے یقیناً وہ نتائج حاصل کریں گے جن کا وعدہ اللہ نے متعدد مقامات پر کر رکھا ہے۔یہاں پر یہ کہنا بھی ضروری ہوگا کہ ایک انسان ہونے کے ناطے قرآن فہمی میں مجھ سے غلطی ہوسکتی ہے لہٰذا اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ ایسی صورت میں اگر میری رہنمائی فرمائیں گے تو میں مشکور ہوں گا۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن۔

مغزِ اسلام

پورے قرآن اور پورے دین کو اگر صرف چار لفظوں میں سمیٹ دیا جائے تو وہ چار لفظ ہونگے..........**'لا الہ الااللہ"**۔

یعنی ان چار لفظوں کی مکمل تفصیل قرآن ہے باالفاظِ دیگر یہ وہ مرکز ہے جس کے گرد پورا قرآن گھومتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ ان چار لفظوں کا ترجمہ جس دن لوگوں کو سمجھ آ گیا اُس دن تمام فرقے ختم ہو جائیں گے اور تمام مسلمان ایک اللہ کے آگے سر بسجود ہو جائیں گے عام طور پر اس بنیادی کلمے کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے'' بظاہر یہ ترجمہ بالکل درست ہے مگر اس میں معبود ایک ایسا مشکل لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب آسان اردو زبان میں شاید ہی کسی کو معلوم ہو اس مشکل لفظ کا مفہوم سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے مخالف لفظ کا مفہوم گہرائی سے سمجھیں۔ اس کا مخالف لفظ ہے ''عبد'' جس کا مطلب ہے بندہ اور بندے کا مطلب ہے غلام یا حکم ماننے والا۔ چنانچہ معبود کا مطلب ہوگا حکم دینے والا لہٰذا **''لا الہ الااللہ ''** کا مطلب ہوگا کہ کوئی حکم دینے والا نہیں سوائے اللہ کے۔ سورۃ یوسف آیت نمبر 40(12/40) دیکھیئے صفحہ نمبر 5 یعنی اگر ہم اللہ کے ساتھ ساتھ کسی بھی انسان یعنی امام، مفتی یا مولانے کا حکم دین سمجھ کر مان لیں گے تو یہ عملی طور پر **'' لا الہ الااللہ ''** کی نفی ہو جائے گی کیونکہ آپ کے وہ لوگ بھی **'الہ'** بن جائیں گے جنہوں نے آپکو اپنی بنائی ہوئی فقہ یا شریعت وغیرہ یہ بہانہ بنا کر دی ہے کہ یہ قرآن کی تشریح ہی تو ہے۔۔۔۔۔۔۔۔سورۃ بقرہ آیت نمبر 79(2/79) دیکھیئے صفحہ نمبر 10,11

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن۔

﴾حاصل مضمون﴿

ارشاد باری تعالیٰ!

اِنَ اَللّٰہ لَا یغفِرُ اَنْ یُشرکَ بِہ ۔۔۔۔۔۔سورۃ النساء آیت 48+116

ترجمہ:(4/48+116) ''اللہ شرک کرنے والے شخص کو کبھی نہیں بخشے گا، اور اس کے علاوہ تمام گناہوں کی بخشش ہوسکتی ہے۔''

اللہ کے ان واضح اور سخت احکامات پڑھنے کے بعد یقیناً ہر با ایمان شخص کو کانپ اٹھنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ شرک اتنا بڑا گناہ کیوں ہے جسکی کسی بھی صورت معافی نہیں ہے۔ جبکہ پوری زندگی کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی کسی نہ کسی طرح بخشش ہوسکتی ہے۔ شرک کرنے والے شخص کے بارے میں اللہ کا سخت ترین فرمان کس حد تک ہے سنئے۔

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِینَ اَنْ یعمرُوْا مَسجدَ اللہ شٰھدِینَ عَلیٰٓ (سورۃ توبہ آیت 17(9/17)

ترجمہ: ''مشرکوں کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان کے سب اعمال ضائع ہوچکے ہیں اور یہ دوزخی ہیں۔''

اللہ کا یہ انتہا کا سخت حکم ظاہر ہے کہ کافروں کیلئے نہیں بلکہ ان مسلمانوں کیلئے ہے جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں اور دن رات عبادت کرتے ہیں اور خود کو متقی سمجھتے ہیں۔ ان تمام عبادت گزاروں اور متقی حضرات کیلئے یقیناً عبادت سے بھی بڑھ کر سوچنے کی بات یہ ہوگی کہ کہیں ہم دانستہ یا غیر دانستہ عبادت سمجھ کر شرک کے مرتکب تو نہیں ہورہے؟ ہوسکتا ہے ہم بہت زیادہ نمازی اور پرہیزگار ہوں، مگر ہمیں پتہ ہی نہ ہو کہ ہم بظاہر جو عبادت کررہے ہیں وہ دراصل عبادت نہیں بلکہ شرک ہے۔

لٰہذا زندگی کا سب سے بڑا لمحہ فکریہ اور سوچنے والی بات یہ سمجھنا ہے کہ شرک آخر ہے کیا؟

شرک کی صحیح ترین تعریف وہ ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں ہمیں یوں سمجھائی ہے۔ فرمایا

''**ام لھم شرکو اشرعو الھم من الذین مالم یاذن** ۔۔'' سورۃ شوریٰ آیت نمبر 21 (42/21)

ترجمہ: ’’کیا ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو وہ دینی احکامات بنا کر دیتے ہیں جنکا حکم اللہ نے نہیں دیا۔‘‘

کیونکہ

’’ان الحکم الا للہ امر الا تعبدو الا ایاہ‘‘ سورۃ یوسف آیت نمبر 40(12/40)

ترجمہ: ’’یاد رکھو حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کا حکم ماننا جائز نہیں، یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

جی ہاں یہ واقعی سچ ہے کہ اکثر لوگ نہیں جانتے کہ دینی معاملے میں اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم ماننا ناقابلِ معافی گناہ یعنی شرک ہے۔ جو کہ تمام اعمالِ صالح کو بھی کھا جاتا ہے۔

آیئے اب ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم دینی فریضہ سمجھ کر ایسا کیا کچھ کر رہے ہیں جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔ چند مثالیں ملاحظ فرمائیں۔

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ نماز میں فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی پڑھنی ہیں۔ لہٰذا سنتیں پڑھنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ رمضان کے علاوہ بھی کئی خاص دنوں میں روزے رکھنے ہیں لہٰذا کسی بھی غیر اللہ کے حکم پر خاص دنوں میں روزہ رکھنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔ ہاں البتہ نفلی روزے یا کفارے کے روزے رکھنے کا حکم ہے۔ جو کہ سال میں کسی بھی دن رکھا جا سکتا ہے۔ مگر کسی بھی غیر اللہ کے حکم پر کسی خاص دن کو نہیں۔

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ رمضان کی راتوں کو تراویح پڑھنی ہے لہٰذا تراویح پڑھنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔ 75/16

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ عید میلا د النبی۔ شب برات یا عید الفطر وغیرہ کی نماز پڑھنی ہے۔ لہٰذا یہ سب

اعمال کرنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ داڑھی رکھنی ہے۔ لہٰذا دینی فریضہ سمجھ کر داڑھی رکھنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔ البتہ دنیاوی فیشن کے طور پر داڑھی رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ محترم محمد رسول اللہ کا داڑھی رکھنا وہاں کا رواج تھا۔ جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ مزید یہ کہ کسی انسان کے کسی بھی ذاتی عمل کی تقلید شخصیت پرستی ہے جو کہ شرک ہے سورۃ کہف آیت نمبر 26(18/26)

☆ اللہ نے نہیں کہا کہ ہر صاحبِ استطاعت شخص 10 ذوالحج کو قربانی کرے۔ لہٰذا اُس دن قربانی کرنے والا شخص شرک کا مرتکب ہوگا۔ قربانی صرف حج کرنے والے شخص پر واجب ہے فرض نہیں (2/196) علاوہ ازیں چونکہ اِسے سنتِ ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ سلام کی اولاد کو اس پر عمل کرنا چاہیئے تھا جبکہ نہ تو حضرت موسیٰ علیہ سلام نے ہر سال قربانی دی اور نہ ہی عیسیٰ علیہ سلام نے اور پھر محترم محمد رسول اللہ نے 23 سال نبوت میں گزارے مگر ہر سال قربانی نہیں دی اور اس کے بعد نہ ہی عظیم صحابہ اکرام نے ہر سال قربانی دی۔ آج بھی عرب ممالک کے تمام وہ مسلمان جن پر ابھی عجم کا رنگ نہیں چڑھا وہ صرف اکیلے امام ابوحنیفہ کے تمام ذاتی احکامات کی مکمل نفی کرتے ہوئے قربانی نہیں کرتے۔ 5/44

اس طرح کی کئی مثالیں آپ اپنی زندگی میں خود چیک کر سکتے ہیں کہ کہیں ہم دینی فریضہ سمجھ کر ایسا عمل تو نہیں کر رہے جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا اور یوں ہماری زندگی کی تمام نیکیاں صفر نہ ہو چکی ہوں۔ کیونکہ یہ فیصلہ دنیا کے کسی انسان کا نہیں بلکہ خود اللہ کا ہے جس نے تمام اقوامِ عالم کو حکم سنا دیا "**ولـوا شـر کوُالحبط**" سورۃ انعام آیت نمبر 88۔ ترجمہ: "اگر یہ لوگ شرک کریں گے تو انکے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔"

"اے ہماری زندگی کے تمام گناہ معاف کرنے والے ربِ رحمٰن! تجھ سے التجا ہے

کہ ہمیں ساری زندگی ناقابل معافی گناہ یعنی شرک سے ہمیشہ بچائے رکھنا۔ بے شک تو ہی وحدہ لاشریک ہے۔اور یقیناً اس پوری کائنات میں صرف تیرا حکم چلتا ہے۔"

چوہدری افتخارالزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

سنتِ رسول

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے اپنا پسندیدہ دین اسلام مکمل کر کے قرآن کی شکل میں اپنے بندوں تک پہنچا دیا ہے اور ساتھ ہی قرآن میں متعدد مقامات پر یہ فرما دیا کہ یہ قرآن نہ صرف مکمل ہے بلکہ انتہائی مفصل بھی ہے انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں ہے جو قرآن میں کہیں ڈائریکٹ اور کہیں اصولوں کی شکل میں مفصل طور پر بیان نہ کیا گیا ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ یہ نظامِ دنیا کے تمام نظاموں پر حاوی ہو کر رہے گا۔ مگر افسوس کہ اسلام دشمن عناصر جن میں عجم سر فہرست ہے نے اپنی پوری توانائیاں اس پر لگا دیں کہ کسی بھی طرح مسلمانوں سے قرآن چھڑا دیا جائے۔ یہ پروگرام تو انہوں نے محترم محمد رسول اللہ کی وفات کے فوراً بعد ہی شروع کر دیا تھا مگر انہیں کامیابی تقریباً دو سے ڈھائی سو سال بعد ہونی شروع ہوئی جب انہوں نے دین میں امام، مفتی اور مولانے پیدا کیئے جنہوں نے قرآن کا ترجمہ اپنی مرضی کا کر کے پورے زور شور سے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کیا کہ قرآن نہ تو مکمل ہے اور نہ ہی مفصل۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہم بتائیں گے۔ اور یوں دین میں فرقوں کا آغاز ہوا اور نتیجہ اس کا یہ کہ مسلمان مسلمان نہ رہا بلکہ وہابی دیوبندی اور بریلوی وغیرہ بن گیا اور یوں اللہ کا نازل کردہ دین مذہب میں تبدیل ہو گیا چنانچہ یہی سوچ کر علامہ اقبال نے فرمایا۔

تصوف، تمدن، شریعت کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

اور پھر عجم نے اپنی زبان یعنی فارسی میں مختلف قسم کی اصطلاحات ایجاد کیں۔ مثلاً انہوں نے لفظ درود ایجاد کیا جس کا مصدر درون ہے جس کا مطلب ہے جڑ کاٹنا یا فصل کاٹنا۔ اور اس میں جو غیر

قرآنی الفاظ ادا کیئے جاتے ہیں وہ انتہائی غور طلب ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں58/8۔
انہوں نے ایک اور لفظ ایجاد کیا جس کا نام ہے 'سنت' فارسی کے اس لفظ کا مطلب ہے رسم ورواج یا علاقائی دستور وغیرہ 15/13 اور تفصیل میں کہا گیا کہ چونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے اس لئے رسول کی زندگی کے تمام رسم ورواج جو ہم بیان کریں گے وہی اصل اسلام ہے اور اس کی تبلیغ اتنے زور وشور سے کی گئی کہ آج بصد افسوس کہ تمام مسلمانوں نے قرآن کو سائیڈ پر رکھ دیا ہے اور اسلام ان اماموں اور مولویوں والا ہی قابلِ عمل ہے۔
چنانچہ علامہ اقبال فرماتے ہیں، تو صوفیوں اور ملاؤں کے پھندے میں ایسا پھنسا ہے کہ تو نے قرآن سے ہدایت لینا چھوڑ دی ہے۔قرآن کی آیتوں سے تجھے بس اتنا کام رہ گیا ہے کہ جب تیرے بوڑھے کی روح اٹک گئی تو سورۃ یٰسین لے کر بیٹھ گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی روح آسانی سے نکل جائے گی۔ مجھے تو افسوس تجھ پر ہے کہ جس کا ایک ایک لفظ زندگی دیتا ہے اُس سے بھی تو نے مرنا ہی سیکھا۔جس قرآن سے تو نے مرنا سیکھا کاش اُسی قرآن سے تو جینا بھی سیکھ لیتا،
ضمناً یہاں پر یہ بتانا ضروری ہوگا کہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن جو زندگی گزارنے کے قوانین تفصیل سے بتاتا ہے یہ یونہی تصوراتی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ قابلِ عمل احکامات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ وہ دیکھو کہ تمھیں میں سے ایک رسول جو کہ تمہاری طرح کا انسان ہے اس نے یہ تمام قرآنی قوانین اپنے اوپر لاگو کر کے تمہیں پریکٹیکل کر کے دکھا دیا ہے۔ اس لئے اس کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جو انکا ذاتی علاقائی کلچر ہے اور جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں اس کو دین سمجھ کر اس پر عمل شروع کر دیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ نے بارہ شادیاں کیں اور پھر وہ اپنے بچوں کو ماں کی بجائے دوسری عورت کا دودھ پلواتے تھے یا وہ مثلاً شلوار قمیض نہیں پہنتے تھے یا انہوں نے داڑھی رکھی تھی وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی معلومات کیلئے مزید یہ عرض کرتا چلوں کہ عجمیوں نے صرف حضرت بی بی فاطمہ کی اولاد کیلئے فارسی میں ایک لفظ ایجاد کیا جس کا نام ہے ''سیدّ'' چنانچہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نسل ماں سے چلتی ہے تو پھر بی بی فاطمہ کی بیٹی بی بی زینب نے اپنی بیٹی اُم محمد کا رشتہ یزید کو دیا تھا۔اس لحاظ سے عجمیوں کی تھیوری کے مطابق یزید کی اولاد بھی ''سیدّ'' بنتی ہے۔

بہرحال ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلمانوں کو پورے عجم کی مکمل نفی کرتے ہوئے خالص اللہ کی کتاب قرآن جو کہ مکمل اور انتہائی مفصل ضابطہء حیات ہے کا گرائمر کی رو سے بالکل درست اور آسان اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے تاکہ ہر شخص کو اسلامی احکامات سمجھنے میں آسانی ہو اور اگر پوری قوم اس پر عمل پیرا ہو جائے تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ محترم محمد رسول اللہ اور حضرت عمرؓ والا زمانہ واپس آجائے گا۔

چوہدری افتخارالزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

اِمام

مکان تعمیر کرنے والے مستریوں کے اوزاروں میں ایک پنڈولم ہوتا ہے جس کے استعمال سے یہ پتا چلتا ہے کہ دیوار بالکل عمودا ہے یا نہیں۔ عام زبان میں اسے سعل کہتے ہیں۔ عربی زبان میں اسے امام کہتے ہیں۔ یہ ہے اس کا لفظی مطلب چنانچہ اس کا اصطلاحی مطلب ہوگا رہبر یا رہنما۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یہ واضح پیغام دیا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص رہبر یا رہنما نہیں ہوسکتا لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء آئے ہیں کسی کے نام کے ساتھ لفظ امام نہیں ہے۔ اس کے بعد تمام عظیم صحابہ کرام جو ہر وقت رسول اللہ کی محفل میں رہ کر ان سے سیکھتے تھے حتیٰ کہ دفن بھی اکھٹے ہوئے کسی بھی بڑے صحابی کے ساتھ لفظ امام نہیں ہے۔ یہ امام عجم کی پیداوار ہیں۔ جن کے پیروکاروں کو اللہ نے انتہائی واضح الفاظ میں بتادیا ہے کہ۔

"یوم نذعوا کل اناس با ما مھم فمن۔۔۔" سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 71 (17/71)

ترجمہ: "ہم قیامت کے دن لوگوں کے گروہوں (فرقوں) کو اُن کے اماموں کے ساتھ اٹھائیں گے۔"

یعنی اِن کا حساب اُن کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا ہر شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ جس امام کی فقہ یا شریعت پر ہے اس کا انجام اُس امام کے ساتھ ہوگا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تمام نوع انسانی کا رہبر یا رہنما صرف اور صرف اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ کے اس عظیم ہدایت نامے کا گرائمر کی رو سے انتہائی آسان اردو زبان میں سو فیصد درست ترجمہ کر کے اسے عام کیا جائے تاکہ ہر شخص کو اصل دینِ اسلام کی رہنمائی مِل سکے۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

ایک غلطی کا اِزالہ (1)

گرائمر کی رو سے اسم صفت سے مراد وہ لفظ ہوتا ہے جس میں کسی چیز کی صفت بیان کی گئی ہو۔ اس میں ہمیشہ دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی ضد یا الٹ ہوتے ہیں۔ مثلاً گرم اور اس کی ضِد ٹھنڈا۔ اونچا اور نیچا۔ سفید اور کالا۔ بڑا اور چھوٹا وغیرہ۔ اس میں مزید قابلِ غور بات یہ ہے کہ اِسم صفت کا کوئی ایک لفظ بذاتِ خود اپنی ضِد کے وجود کا ثبوت ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ گرم بذاتِ خود ٹھنڈک کے وجود کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ اگر ٹھنڈک نہ ہوتی تو گرم کا وجود نہ ہوتا۔ اِسی طرح مثلاً اگر ہم کسی چیز کو اونچا کہتے ہیں تو یہ بذاتِ خود اس چیز کا ثبوت ہوگا کہ گہرائی موجود ہے۔ کیونکہ اگر ہم خلاء میں چلے جائیں تو اونچائی اور گہرائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ گرائمر کے اسی اصول کے تحت ہم اللہ تعالیٰ کو اللہ اکبر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ لفظ اللہ اکبر بذاتِ خود اس کا ثبوت ہوگا کہ ایک اللہ اصغر بھی ہے۔ جو کہ نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے باب میں جو میں نے قرآن سمجھنے کا پہلا اصول قرآن ہی کے بقول بتایا تھا یعنی ''ہر وہ بات اور ہر وہ لفظ جو قرآن میں درج نہیں ہے اسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں 6/38'' کے تحت اسکی مزید تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ پورے قرآن میں لفظ اللہ اکبر موجود نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سورۃ اخلاص میں اللہ کے بارے میں رسول اللہ کی زبانی کہلوایا کہ ''قل ھو اللہ احد'' کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔'' یعنی اس کا ثانی پوری کائنات میں نہیں ہے لہٰذا ہمیں اللہ اکبر کی بجائے اللہ اَحد کہنا چاہئے اور یہی قرآنی احکامات کی رو سے درست ہوگا۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

ایک غلطی کا ازالہ (2)

اس دنیا میں سب سے بڑا عہدہ صدر یا وزیر اعظم کا نہیں ہوتا۔ حتی کہ بادشاہ کا بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ عہدہ کسی انسان کو دنیا کے لوگ دیتے ہیں۔ اور پھر یہی دنیا کے لوگ اس انسان سے یہ عہدہ واپس بھی لے لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا کا سب سے بڑا عہدہ رسول اللہ کا عہدہ ہے کیونکہ یہ عظیم پروٹوکول اللہ تعالیٰ خود اپنے کسی خاص بندے کو چُن کر اُسے عطا کرتا ہے جو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اُس سے واپس نہیں لے سکتی۔ مگر انتہائی افسوس کہ اسلام دشمن عناصر نے یہ پروگرام بنایا کہ محمد کے نام کے ساتھ جو رسول اللہ کا پروٹوکول اللہ نے لگایا ہے اسے کسی بھی طریقے سے ہٹا دیا جائے۔ بظاہر یہ کام انتہائی ناممکن تھا مگر اُس وقت کے تمام منافق علماء سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور پورا زور لگایا کہ کسی بھی طرح محمد کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ ہٹا کر کوئی اور ایسا لفظ لگا دیا جائے جس کا مطلب رسول تو ہرگز نہ بنتا ہو مگر ان الفاظ میں رسول اللہ کی شان میں کمی کا تاثر ضرور مِلتا ہو۔ چنانچہ ایک طویل عرصہ کی جدوجہد کے بعد وہ ایک غیر قرآنی لفظ ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ لفظ تھا ''صل اللہ علیہ وسلم'' اور پھر پورے زور شور سے اسکی تشہیر کی اور ہر جگہ رسول اللہ کی بجائے صل اللہ علیہ وسلم لکھنا شروع کر دیا۔ یعنی اللہ کا عطا کردہ عظیم پروٹوکول کسی حد تک ہٹانے میں کامیاب ہو گئے۔ صل اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ جبکہ اللہ نے رسول اللہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ رحمتیں بانٹنے والے کو رحمتوں کی ضرورت کب سے پڑ گئی کیونکہ رحمتوں کی ضرورت تو صرف ہم گنہگاروں کو ہے۔ نہ کہ اللہ کے سلیکٹیڈ عظیم رسول اللہ کو۔ لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ جب تک آپ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہیں لکھیں گے آپ کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ ایک معمولی سپاہی بھی اپنے نام کے ساتھ اپنا عہدہ لازمی لکھتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے کئی پڑھے لکھے حضرات

بھی محمد کے ساتھ اس کائنات کا عظیم ترین عہدہ رسول اللہ نہیں لکھتے۔ لہٰذا ہمیں لازمی طور پر صرف اور صرف محمد رسول اللہ ہی لکھنا چاہیئے اور بس!(48/29)

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

”خواتین کا مقام قرآن کی روشنی میں“

جب بھی خواتین کا نام آتا ہے تو لاشعوری طور پر ایک عجب سی رنگینی محسوس ہوتی ہے۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دنیا میں رنگ صرف خاتون کی وجہ سے ہی ہے۔خاتون نہ ہوتی تو یہ دنیا انتہائی ویران ہوتی اور محبت نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ نہ پھول کھلتے اور نہ ہی دلوں میں تازگی اور ولولے ہوتے لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہوتے۔ یہ خاتون ہی ہے جس نے انسان کو انسان سے محبت کرنی سکھائی۔خاتون ماں ہو یا بہن یا بیوی خواہ کسی بھی روپ میں ہو وہ شرم وحیا اور محبت کا پیکر ہوتی ہے۔اسکے بغیر زندگی کا تصوّر ہی باطل ہے۔ بہرحال یہ تمام جذبات اپنی جگہ،لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں اور خاص طور پر میڈیا پر بھی خواتین اور مردوں کے درجات کی بڑی بحث چل رہی ہے۔ بلکہ چند خواتین کا گروہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ خواتین مردوں کے نہ صرف برابر ہیں بلکہ اُن سے بڑھ کر ہیں۔اور صبح شام یک طرفہ دلائل دے کر اسمبلی میں بھی اپنی بڑائی اور اپنے حق میں قوانین تک کو بدلوانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہمارا ملک چونکہ اسلامی ہے اور بحثییت مسلمان ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس مسلہ میں یعنی مرد اور خاتون کے درجات کا تعین اپنی ناقص عقل سے کرنے کی بجائے اللہ کے احکامات کی روشنی میں کریں جو کبھی غلط نہیں ہوگا۔ اور اس طرح کسی بھی فریق سے ناانصافی نہیں ہوگی اور نہ ہی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا۔لہٰذا آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن خاتون کو مرد کے مقابلے میں کیا مقام دیتا ہے۔

اس سے پہلے کہ قرآنی احکامات کو سمجھا جائے ،قرآن کا مفہوم سمجھنے کیلئے چند ایک اصول اور قوانین کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔تو آیئے پہلے ان قوانین کو گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن میں انتہائی واضح ارشادِ پاک ہے۔ترجمہ:”ہم نے الکتاب یعنی قرآن میں کوئی ایسی بات

نہیں ہے جو کہ تحریر نہ کی ہو۔'' سورۃ انعام آیت نمبر 38۔ لہٰذا قرآن کے اس دعوے کے مطابق ثابت ہوا کہ ہم نے اپنے مسلئے کو سمجھنے کیلئے قرآن سے باہر کسی قسم کا کوئی حکم نہیں لینا اور صرف قرآن ہی ہر مسلئے کے حل کیلئے واحد اتھارٹی ہے اب رہی قرآنی احکامات کی تفصیل کے بارے میں حکم تو وہ قرآن میں ارشادِ پاک ہے۔ ترجمہ'' کہا میں اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ اُس نے تم پر ایسی کتاب نازل کر دی ہے جو کہ انتہائی مفصل ہے۔'' سورۃ انعام آیت نمبر 114۔ اور پھر اسی حقیقت کو سورۃ یوسف میں یوں ارشاد فرمایا۔ ترجمہ'' یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اسی لئے یہ مومنین کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔'' آیت نمبر 111۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ انتہائی سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے ارشاد ہوا ترجمہ:'' جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق اپنے فیصلے نہیں کرتے تو وہی تو کافر ہیں۔'' سورۃ المائدہ آیت نمبر 44۔ لہٰذا ان تمام آیات اور ایسی ہی بے شمار آیات پڑھنے کے بعد بحیثیت مسلمان ہمارا فرض بن گیا کہ اگر ہم نے قانون سازی قرآنی احکامات سے ہٹ کر کی تو ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔

ان بنیادی اصولوں کو سمجھنے کے بعد آیئے اب اپنے اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ خواتین کا مقام مرد کے مقابلے میں کیا ہے؟ قرآن میں انتہائی واضح ارشادِ پاک ہے۔ ترجمہ:'' ہم نے مردوں کو خواتین پر فضیلت دی ہے۔'' سورۃ بقرہ آیت نمبر 228۔ یہاں پر قرآن میں درجہ کا لفظ موجود ہے جسے مٹایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ اس حقیقت کی تفصیل سورۃ النساء میں یوں بیان فرمائی۔ ترجمہ:'' مرد خاتون سے افضل ہے کیونکہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کا حکم مانتی ہیں اور انکی پیٹھ پیچھے انکی عزت اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔'' آیت نمبر 34۔ یہاں صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسی آیت میں مزید فرمایا'' اگر خاتون تمہارا کہنا نہ مانے تو پہلے اسکو زبانی سمجھاؤ۔ اگر نہ مانے تو اُن کے پاس سونا ترک کر دو۔ اور اگر پھر بھی نہ مانے تو مارو اور اگر راہِ راست پر آجائے تو مارنے کا بہانہ مت بناؤ'' سورۃ النساء آیت نمبر 34۔ میں سمجھتا ہوں کہ

مرد کی فضیلت کے بارے میں اس سے زیادہ واضح حکم اور ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ پورے قرآن میں خاتون کیلئے ایسے احکامات نہیں ہیں۔ اگر مرد اور خاتون برابر ہوتے تو یقیناً انکے لئے بھی ایسے ہی احکامات ہوتے قرآن کے ان ابدی حقائق کے خلاف مرد اور خاتون کو برابری کا درجہ دے کر یورپ نے تجربہ کرلیا ہے۔ اور نتیجہ یہ کہ پورے ملک میں طلاقیں ہی طلاقیں ہیں اور ایک دوسرے سے محبت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بہرحال مرد کی فضیلت ایک ایسی ابدی حقیقت ہے کہ اسی بنا پر اللہ نے تمام نبی مرد بھیجے ہیں۔ دیکھئے آیات سورۃ النحل آیت نمبر 43۔ سورۃ یوسف آیت نمبر 109 ۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر 07 ۔ وغیرہ ۔ اگر مرد اور خاتون برابر ہوتے تو یقیناً آدھی خواتین نبی ہوتیں۔

علاوہ ازیں پورے قرآن میں ہر جگہ مرد کیلئے خواتین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے اور انکے حقوق پورے کرنے کا درس ملتا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مرد خاتون سے افضل ہے اسی لئے خاتون سے نیک برتاؤ کا حکم نازل ہوا ہے۔ اب آیئے ایک اور قانونی نکتے کی طرف جہاں گواہی دینے کا ذکر ہے قرآن میں اللہ نے خاتون کو کم عقل سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’عدالت میں گواہی کیلئے اوّل تو دو مرد ہونے چاہیں اگر فرض کیا دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو خواتین ہوں کیونکہ اگر ایک خاتون بھول جائے تو دوسری اُسے یاد دلا دے۔‘‘ سورۃ البقرہ آیت نمبر 282 ۔غور کا مقام ہے کہ بھول جانے یا کم عقل ہونے والی بات اللہ نے مرد کیلئے کہیں بھی نہیں کہی مزید یہ کہ صرف خواتین گواہ نہیں ہوسکتیں۔ مرد اس میں لازمی ہے۔

بہرحال قرآن کے ان ابدی حقائق سے ہٹ کر اگر ہم معاشرتی نقطہ نگاہ سے بھی تجزیہ کریں تو یہ عیاں ہوگا کہ عملاً مرد اور خواتین کی برابری ممکن نہیں ہے۔ اور اگر قرآنی احکامات کے خلاف یہ فرض کرلیں کہ دونوں برابر ہیں تو پھر یہ ضروری ہوگا کہ اگر مرد 10 لاکھ کا مکان بناتا ہے تو خاتون بھی لازماً دس لاکھ کا جہیز لائے۔ اسی طرح فرض کیا مرد دس ہزار تنخواہ گھر لاتا ہے تو خاتون بھی

لازمی دس ہزار کما کر لائے۔ کیونکہ برابر جو ہے۔ پھر اسی طرح اللہ نے مہر کی رقم مرد کے ذمے لگائی ہے کہ وہ بیوی کو دے اور یہ نہیں ہے کہ اتنی ہی رقم بیوی اپنے خاوند کو دے اور یہ کہ بیوی اگر چاہے تو خاوند کو بیاہ کر اپنے گھر لے جائے وغیرہ۔ پیسے کما کر اپنی بیوی کو کھِلانا بذاتِ خود اس کی شہادت ہے کہ مرد افضل ہے ضمناً یہاں پر جہیز کا ذکر آ گیا ہے تو عرض کرتا چلوں کہ یہ جو صبح شام میڈیا نے بھی جہیز کے خلاف ایک مہم شروع کر رکھی ہے تو یہ دراصل قرآنی تعلیم سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر واضح احکامات موجود ہیں کہ باپ کی وراثت میں بیٹی کا حصہ بیٹے کی نسبت آدھا ہوگا۔ سورۃ النساء آیت نمبر 11۔ لہٰذا یہ جو خاتون جہیز لاتی ہے یہ وہ نہیں ہے جو ہم نے اپنے ذہنوں میں بنا رکھا ہے بلکہ یہ خاتون کا وہ حقِ وراثت ہے جو اُسے اللہ نے دیا ہے۔ اور جو اس سے چھین لینا انتہائی ظلم اور اللہ کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے یہاں یہ خاص طور پر واضح کرتا چلوں کہ وراثت میں خاتون کے اس حصے کا خاوند مالک نہیں ہے۔ یہ اُسکی ذاتی ملکیت ہے ہاں اگر بیوی اپنی مرضی سے (زبردستی نہیں) کچھ حصہ یا تمام وراثت اپنے خاوند کو دے دے تو وہ اسکے لئے حلال ہوگی۔ سورۃ النساء آیت نمبر 04۔ علاوہ ازیں پورے قرآن میں تقریباً خاوند کیلئے بیوی کو کچھ دینے کے ہی احکامات ہیں کچھ لینے کے نہیں۔ جس میں بیوی سے محبت اور شفقت خاص طور پر نمایاں ہیں۔

یہ ہے قرآنی احکامات کی روشنی میں خاتون کا مقام۔ اب آیئے مختصر سا اسکا بھی تجزیہ کریں کہ عملاً ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے اگر ہم غیر جانبداری سے تجزیہ کریں تو یہ عیاں ہوگا کہ ہمارے معاشرے میں جتنی بھی لڑائیاں ہیں اسکی وجہ یہ نہیں کہ مرد خاتون پر ظلم کرتا ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ خاتون ہی خاتون کی دشمن ہے۔ مثلاً ہمارے ہاں اکثر لڑائی ساس اور بہو کے درمیان ہوتی ہے جو کہ دونوں خواتین ہیں مرد ان میں بعد میں شامل ہوتا ہے اور وہ بھی خاتون ہی کی وجہ سے خواہ وہ خاتون ماں ہو یا بیوی۔ اور اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں جس گھر کا ماحول جنت کیطرح

ہے آپ تجزیہ کریں تو یہ ثابت ہوگا کہ اس جنتی ماحول کی وجہ صرف نیک سیرت بہو ہوگی یا پھر ساس ۔مرد کا اس میں حصہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوگا۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ اگر خدا نا خواستہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو منصف کو چاہئے کہ وہ دونوں کو برابر انسان سمجھتے ہوئے فیصلہ کرے اور کبھی بھی یک طرفہ فیصلہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دونوں انسان ہیں اور دونوں سے غلطی ہوسکتی ہے۔ان میں سے کسی ایک کو فرشتہ سمجھ لینا اور ہمیشہ دوسرے کو ہی غلط سمجھ کر فیصلہ کرنا نہ صرف زیادتی ہوگی بلکہ اللہ کے احکامات کی بھی نفی ہوگی اور فیصلہ کرتے وقت آخر دم تک صلح کی کوشش ہونی چاہیے کیونکہ صلح ہی دونوں کیلئے بہتر ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر 35۔

اور اگر شوہر طلاق دینے کا پکا ارادہ کرے تو اسکا طریقہ کار وضاحت کے ساتھ قرآن میں درج کر دیا گیا ہے۔اس طریقہ کار کو سمجھنے کیلئے قرآن کی صرف دو آیات ہی کافی ہونگی۔

☆''مومنو جب تم اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہو تو طلاق دینے کے بعد دوران عدت (تین ماہ دس دن) انہیں اُس جگہ رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور انکا خرچ ادا کرو'' سورۃ طلاق آیت نمبر 06۔

☆''مومنو طلاقیں صرف دو ہیں (تین نہیں) اور جب تم دو طلاقیں دے چکو اور عدت بھی پوری ہو جائے تو شوہر کیلئے دو راستے ہیں یا تو انہیں اپنے پاس روک لو جسکے وہ زیادہ حقدار ہیں یا پھر انہیں کچھ دے کر احسن طریقے سے رخصت کر دو اور جو مال تم نے انکو دیا ہے اسکو واپس نہ لینا یہ اللہ کی حدیں ہیں۔سورۃ بقرہ آیت نمبر 228۔

میں سمجھتا ہوں طلاق کیلئے اگر اللہ کے اس قانون کو اپنایا جائے تو دنیا کی 90% طلاقیں رُک جائیں گی۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

ترکِ دنیا۔ حقیقت کیا؟

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کی طاقت یہ ہے کہ وہ جب کسی بڑے سے بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اتنی بڑی قوتوں کے مالک کے دل میں جب ایک کائنات تخلیق کرنے کا شوق پیدا ہوا تو اُس نے شوق اور لگن سے کائنات تخلیق کرنے میں چھ دن لگا دیے۔ 41/9-11+57/4+50/38+25/59۔ اس کے بعد خود سوچئے کہ اُسے اپنی یہ کائنات کتنی پیاری ہوگی۔ پھر اسے رونق بخشنے کیلئے مختلف قسم کے جاندار پیدا کئے۔ اور پھر اپنی پیاری مخلوق انسان کو پیدا کیا اور ایک خالق ہونے کی حیثیت سے اپنی مخلوق سے کہا کہ میں نے کائنات تمہارے لیے پیدا کی ہے۔ جاؤ میں تمہیں کچھ وقت کیلئے کائنات میں سیر کیلئے بھیجنا چاہتا ہوں۔ سورۃ الجاثیہ میں ہے۔

''**وسخرلکم ما**'' 45/13۔ ترجمہ: ''کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں'' اس طرح کی متعدد آیات قرآن میں موجود ہیں۔ اور کائنات کی ہر چیز پر ریسرچ کرنے والوں کو اللہ نے علما کہا ہے۔ سورۃ فاطر میں فرمایا۔

''**الم ترانّا**'' 35/27-28۔ ترجمہ: ''کیا تم غور کرتے ہو کہ آسمان سے جب بارش ہوتی ہے تو اس سے علیحدہ علیحدہ رنگوں کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح الگ الگ جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ اِن باتوں پر غور کرتے ہیں وہی علما ہیں'' یعنی جنہیں ہم آج کے دور میں سائنس دان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق سے پیدا کردہ اس کائنات سے دوری اختیار کرنے والوں کو اللہ کا یہ حکم نہیں بھولنا چاہیے کہ

''**وماخلقنا السما۔۔**'' 38/27۔ ترجمہ: ''ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے

درمیان میں ہے، اسکو یونہی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ عقل والوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں'' سورۃ العنکبوت میں فرمایا۔

''خلق اللہ السمٰوٰت ۔۔'' 29/44۔ ترجمہ: ''ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے کچھ شک نہیں کہ عقل والوں کیلئے اس میں نشانی ہے۔ سورۃ دخان میں فرمایا۔

''وما خلقنا السمٰوت ۔۔'' 44/38-39۔ ترجمہ: ''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہم نے اسے کھیل تماشا نہیں بنایا۔ ہم نے اسے کسی مقصد کے تحت بنایا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا۔

''ان فی خلق السمٰوت ۔۔'' 3/190-191۔ ترجمہ: ''بے شک آسمانوں اور زمیں کی پیدائش رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں یہ لوگ کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں آسمان اور زمیں کی پیدائش پر غور کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ یونہی بے مقصد پیدا نہیں کیا اور ہمیں قیامت کے دن دوزخ سے بچانا''۔

اللہ تعالٰی نے اپنی اس حقیقت پر مبنیٰ کائنات کی تعریف کے بعد بنی نوع انسان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے آپ کو سجاؤ۔ زیب و زینت کرو اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور میری بنائی ہوئی نعمتوں سے مکمل لطف اندوز ہو۔ سورۃ اعراف میں ہے۔

''قل من حرم زینتہ ۔۔'' 7/32۔ ترجمہ: ''کہہ دیجئے اے رسول کہ جو زیب و زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں۔ انکو حرام کس نے قرار دیا ہے؟ کہہ دیجئے کہ یہ سب چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن صرف انہیں کا حصہ ہونگی۔ اس طرح اللہ سمجھنے والوں کیلئے اپنی آیات کھول کھول کر بیاں فرماتا ہے'' اب قیامت کے دن خاص مومنین کیلئے کیا ہوگا۔ جو دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہے۔ سورۃ الکھف میں ہے۔

''**اُولٰیک لھم جنت عدن** ۔۔'' 18/31۔ترجمہ:''وہاں اُنکو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے اور تختوں پر تکیئے لگا کر بیٹھا کریں گے۔کیا خوب بدلا اور کیا خوب آرام گاہ ہے''یعنی سونے کے زیورات اور ریشمی کپڑے دنیا کی زندگی میں ایمان والوں (مرد و خواتین) کیلئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مومنین کیلئے اللہ نے یہی کہا ہے کہ جو لوگ دنیا اور آخرت دونوں کی خوشحالی کے طلب گار ہیں انکے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا گیا ہے۔سورۃ بقرہ میں ہے۔

''**فمن الناس من یقول** ۔۔'' 2/200-201۔ترجمہ:''جو لوگ اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری دنیا خوشحال ہو ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔مگر اس کے برعکس جو لوگ یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری دنیا میں بھی خوشحالی ہو اور آخرت میں بھی خوشحالی ہو۔یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے ہم نے بہت اچھا اجر تیار کر رکھا ہے۔''سورۃ حٰم سجدہ میں فرمایا۔

''**ان الذین قالو ربنا اللہ** ۔۔'' 41/30-31۔ترجمہ:''جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جم کر کھڑے ہو گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو ان سے کہتے ہیں کہ مت خوف کھاؤ اور مت غمگین ہو اور اُس جنت کی بشارت سنو جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی دوست ہونگے۔تم جو چاہو گے وہ ہوگا اور جو مانگو گے وہ ملے گا۔''

اس کے برعکس سورۃ طٰہٰ میں فرمایا۔

''**ومن اعراض عن** ۔۔'' 20/124۔ترجمہ:''جو کوئی بھی میری نصیحت پر عمل نہیں کرے گا ہم اسکی معشیت (روزی) دنیا میں تنگ کر دیں گے۔اور قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔''اللہ کی نظر میں دنیا اور آخرت کی خوشحالی یا بدحالی ایک ہی ہے۔سورۃ بنی اسرائیل میں ہے۔

''**ومن کان فی** ۔۔'' 17/72۔ترجمہ:''جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی

اندھا ہوگا۔'' سورۃ البقرہ میں فرمایا۔

'' **افتو منون ببعض** ۔۔''2/85۔ترجمہ:''تم اللہ کے بعض احکامات مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو اسکی سزا اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمہیں دنیا کی زندگی میں بھی رسوائی ہو اور قیامت کی دن سخت سے سخت عذاب ہو'' سورۃ آل عمران میں فرمایا۔

'' **وما کان قولھم** ۔۔''3/147-148۔ترجمہ:''جن لوگوں نے توبہ کی اور معافی مانگی تو اللہ انکو دنیا میں بھی اجر دے گا اور آخرت میں بھی'' سورۃ المومن میں فرمایا۔

'' **انا لننصر رسلنا** ۔۔''40/51۔ترجمہ:''جو لوگ ایمان لائے ہم انکی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی بدلہ دیں گے۔'' اس طرح کی آیات قرآن میں بے شمار ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے 16/41+10/64+5/41+3/56+2/114+13/33۔

ان تمام آیات کے بعد یہ حطمی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کو ترک کرنے والا یا اسکو اہمیت نہ دینے والا یا رہبانیت کی زندگی گزارنے والا شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں اس مقام پر ایک بہت اہم نکتہ بیان کرنا انتہائی ضروری ہوگا کہ اللہ نے ہر جگہ کائنات کی ریسرچ کرنے اور اس پر غور وفکر کرنے اور دنیاوی زندگی کو اللہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھرپور لطف اندوز ہونے کا حکم دیا ہے۔ مگر پورے قرآن میں مجھے کہیں بھی دنیا سے محبت کرنے کا حکم نہیں ملا۔ یعنی ہم نے دنیا کی زندگی سے صرف لطف اندوز ہونا ہے یہاں دِل نہیں لگانا۔ ویسے بھی ہم ایسی دنیا سے محبت کیوں کریں جہاں ہم نے رہنا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جس چیز سے جتنی زیادہ محبت ہوگی جدائی کے وقت اتنی ہی زیادہ تکلیف بھی ہوگی۔ اسی لیے محبت کرنے کا حکم صرف اللہ اسکے رسول اور آخرت کی زندگی سے ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

عقیدہ ختمِ نبوت کی اہمیت

قرآن کریم کی بنیادی تعلیم کے مطابق

☆ انسان کو صاحبِ اختیار وارادہ پیدا کیا گیا ہے۔

☆ اگر انسان کے اختیارات کو غیر محدود چھوڑ دیا جائے تو اس سے معاشرہ میں فساد اور ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ خون ریزی اور فساد انگیزی ہے۔

☆ وحی وہ حدود مقرر کرتی ہے جس کے اندر رہتے ہوئے مختلف افراد معاشرہ اپنا اختیار اور ارادہ استعمال کر سکتے ہیں اس سے معاشرہ کا توازن برقرار رہتا ہے۔

☆ بالفاظ دیگر وحی انسانی آزادی پر پابندیاں عاید کرتی ہے۔ جب تک وحی کا سلسلہ جاری تھا کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک آنے والا رسول وحی خداوندی کی رو سے اس کے اختیارات پر کس قسم کی پابندی عاید کر دے گا۔ ختمِ نبوت نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ انسانی اختیار وارادہ پر جس قدر پابندیاں عاید کی جاتی مقصود تھیں ان سب کی صراحت اللہ کی آخری وحی قرآن میں کر دی گئی ہے لہٰذا جو انسان وحی کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہے وہ قرآن کو دیکھ لے اور اپنا اطمینان کر لے کہ یہ ہیں وہ حدود جن کے اندر رہتے ہوئے مجھے زندگی گزارنی ہے۔ اس کے بعد اسے اس امر کی ضمانت مل جائے گی کہ اس کی پابندی اور آزادی کی حدود میں نہ کوئی تبدیلی ہوگی اور نہ کوئی مزید تبدیلی عاید کی جا سکے گی۔ یہ ضمانت نوعِ انسانی کیلئے بہت بڑی رحمت ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ختمِ نبوت وہ ضمانت خداوندی ہے جس کی رو سے انسان اپنی آزادی کی طرف سے حتمی اور یقینی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے

علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں لکھا ہے ”اسلام کا ظہور استقرائی فکر کا ظہور ہے اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت

کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کیلئے عہد طفولیت کی حالت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اسلام نے مذہبی پیشوائیت اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا قرآن مجید غور وفکر اور تجربات و مشاہدات پر بار بار زور دیتا ہے۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختمِ نبوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ پھر عقیدہ ختمِ نبوت کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا مدعی نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار کی بنا پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ ختمِ نبوت کا عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے دعویٰ اقتدار کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

یہ ہے عقیدہ ختم نبوت اس عقیدہ کی موجودگی میں کوئی شخص ہم سے آ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے تمہیں میری وساطت سے یہ حکم دیا ہے وغیرہ۔ اس بات کو ایک بار پھر دہرا لیں کہ ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ اسے اللہ کی طرف سے براہِ راست علم حاصل ہوتا ہے۔ جو ایسا کہے گا وہ ختمِ نبوت کا منکر اور مدعی نبوت ہوگا۔ اور اُس کا یہ دعویٰ از روقرآن جھوٹا ہوگا۔

مسلمانوں نے ختمِ نبوت کے عقیدہ پر تو اتنا زور دیا لیکن ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی وضع کر لیا کہ اللہ کے برگزیدہ انسانوں کو اب بھی اللہ کی طرف سے براہ راست علم مِلتا ہے انہیں اولیا اللہ یا صوفیائے کرام کہا جاتا ہے۔ اور ان کے اس علم کو کشف اور الہام۔ آپ نے غور کیا کہ اس عقیدہ سے ختمِ نبوت کی مہر کس طرح ٹوٹ گئی۔ اور جس دروازے کو اللہ نے بند کیا تھا وہ کس طرح چوپٹ کھل گیا۔ انبیاء تو پھر بھی کچھ کچھ عرصے بعد آیا کرتے تھے یہ حضرات قریہ قریہ اور بستی بستی پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ اعتراض سے بچنے کیلئے یہ کہہ لیا کہ ان کا علم وحی نہیں بلکہ کشف اور الہام ہے ان کا نام نبی یا رسول نہیں بلکہ اولیا اللہ ہے۔ اور جو مافوق الفطرت کارنامے ان سے سرزد ہوتے ہیں وہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔ یعنی صرف نام بدل دینے سے مطمعن ہو گئے کہ ہم عقیدہ ختمِ نبوت کی خلاف ورزی نہیں کر رہے یہ حضرات پیش گوئیاں بھی کرتے ہیں اور احکام بھی صادر فرماتے

ہیں کبھی کھلے الفاظ میں اور کبھی یہ کہہ کر کہ قرآن کی فلاں آیت کے باطنی معنی یہ ہیں اور یہ ہی اس کا حقیقی مفہوم ہے۔ جہاں تک ان کے احکام کی تکمیل کا تعلق ہے ان کے ماننے والے احکامِ شریعت کی تو کھلے بندوں خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن ان حضرات کے ارشادات کے خلاف دِل کی گہرائیوں میں بھی کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہونے دیتے اگر ایسا ہو بھی جائے تو ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے کہ نہ معلوم مجھ پر کیا غضب نازل ہو جائے گا۔ نتیجہ اس کا یہ کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

”جس قوم کو دنیا کی سب سے زیادہ آزاد قوم ہونا چاہیئے تھا وہ سب سے زیادہ غلام بن گئی ۔ نہ صرف زندہ انسانوں کی غلام بلکہ مُردوں کی بھی غلام حتیٰ کہ اُن پتھروں کی بھی غلام جن کے نیچے ان حضرات کی لاشیں دفن ہوں۔“

چوہدری افتخار الزمان
سٹوڈنٹ آف قرآن

تقدیر

عجمیوں نے ہر مقام پر مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلیئے دین کے خلاف مختلف قسم کے عقائد بنا کر اُسے عین اسلام ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔اسی سلسلے میں ایک اور بہت ہی اہم عقیدہ جسے بدقسمتی سے ہمارے نام نہاد علمائے دین عجم کی سازش کو کامیاب کرتے ہوئے اسے عین اسلام کا رکن سمجھتے ہیں وہ ہے تقدیر کا عقیدہ جس کے مطابق ہر انسان جو دنیا میں آیا ہے اس نے دنیا میں جو کچھ کرنا ہے وہ پہلے سے ہی لِکھا جا چکا ہے اور پھر مختلف قسم کی قرآنی آیات کا ترجمہ اپنی مرضی سے تبدیل کر کے یوں کیا کہ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بھوکا مارتا ہے یا جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب معمولی سی بھی عقل رکھنے والا شخص یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جب سب کچھ پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو پھر تمام انبیاء کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کس قدر بے انصاف ہے کہ جس شخص کے نصیب میں بھوک لِکھ دی ہے اس میں اُس کا کیا قصور ہے اور جس کے نصیب میں بے حساب رزق لِکھ دیا ہے اس میں اُس کا کیا کمال ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ دین کے دشمن اللہ تعالیٰ کو بھی بُرا بھلا کہنے سے باز نہیں آتے (نعوذ باللہ) چنانچہ علامہ اقبال نے اسی لئے عقیدہ تقدیر کی سختی سے نفی کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی
کہ اس جنگاہ سے بن کر میں تیغ بے نیام آیا

یہ فقرہ لِکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اب آئیے عقیدہ تقدیر کو خالص قرآنی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورۃ بقرہ میں ہے

"ولنبلونکم بشیء من الخوف ۔۔۔" 2/155۔ ترجمہ: "ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔" اب یہاں معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آزمائش صرف اُس شخص کی کی جاتی ہے جس کا پہلے سے کچھ نہ لکھا ہو۔ ظاہر ہے اگر سب کچھ پہلے سے ہی لکھا ہو تو آزمائش کیسی۔ میں سمجھتا ہوں تقدیر کی نفی کرنے والی اس سے زیادہ اور کوئی واضح آیت ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر اس کے باوجود ہمارے نام نہاد علما اس بات پر بضد ہیں کہ کام کرو یا نہ کرو جو رزق تمہاری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے وہ تمہیں ضرور مل کر رہے گا۔ اور عین یہی بات رسول اللہ کے زمانے میں مخالفین کیا کرتے تھے۔ سورۃ یٰسین میں ہے۔

"واذا قیل لھم ۔۔" 36/47۔ ترجمہ: "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اُن لوگوں کو کھانا کیوں نہیں کھلاتے جن کے پاس نہیں ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہم کیوں کھانا کھلائیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں" یہاں سے بات واضح ہے کہ بقول کفار غریبوں کی تقدیر میں اللہ نے رزق نہیں لکھا اس لئے ہم کیوں کھانا دیں۔ سورۃ الزخرف میں ہے

"وقالو الو شا ۔۔" 43/20۔ ترجمہ: "اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر ہماری تقدیر میں شرک کرنا نہ لکھا ہوتا تو ہم شرک نہ کرتے۔" سورۃ انعام میں فرمایا۔

"سیقول الذین اشرکو ۔۔۔" 6/148۔ ترجمہ: "جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر ہمارے مقدر میں شرک نہ لکھ دیا گیا ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے۔" اللہ نے پورے قرآن میں متعدد مقامات پر اس قسم کے عقائد کو سختی سے رد کیا ہے لہٰذا ان آیات کو پڑھ کر یہ واضح حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ صاف کاغذ کی طرح ہوتا ہے اب جو عمل وہ خود دنیا میں کرے گا اُس کا صلہ وہ دنیا و آخرت میں ضرور پائے گا جس کا یقیناً وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

عقیدہِ تقدیر کو ماننے والے اکثر قرآن سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں کئی مقامات پر یہ لِکھا ہے کہ ہم نے ہر چیز لوح محفوظ میں لِکھ دی ہے افسوس ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کا گرائمر کی رو سے بالکل درست اردو زبان میں ترجمہ نہیں کیا۔ اور دوسرا المیہ یہ ہے کہ ہم قرآن کو سیاق وسباق سے ہٹ کر درمیان میں سے دو چار الفاظ لیکر اُس کا ترجمہ اپنی مرضی سے کر کے ایک عقیدہ وضع کر لیتے ہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں قرآن سے دی جا سکتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کے بھی اور انسان کو زندگی گزارنے کے تمام احکامات اور قوانین کو بھی قرآن اور لوحِ محفوظ میں لِکھ کر ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے اور انسان کو مکمل آزاد پیدا کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ جو کوئی بھی لوحِ محفوظ کے ان قوانین کے مطابق جیسا عمل کرے گا وہ ویسا ہی صلہ پائے گا۔

ضمناً یہاں پر یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ اللہ نے قرآن پاک میں جو ارشاد فرمایا ہے کہ۔(**و تعذُ من تشآء و تذلُ من تشآ**) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی انسان کو عزت یا ذلت لوح محفوظ میں لکھے گئے اٹل قوانین کے تحت ملتی ہے۔ جس کا انسان خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں کسی بھی قسم کی لاقانونیت نہیں چلتی کہ وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

یہاں (**شآ**) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے قوانین لوح محفوظ میں لکھ دئے گئے ہیں۔

چوہدری افتخار الزمان
سٹوڈنٹ آف قرآن

مذہبی فرقہ واریت کا واحد حل

الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں ۔ ہمارا اللہ ایک ہے اور رسول ایک ہے اور ہمارا ضابطہ حیات یعنی قرآن ایک ہے تو پھر غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب ایک کیوں نہیں ہیں ۔ اسی مسئلہ کی گہرائی میں جانے پر یقیناً ہر باشعور آدمی اس نتیجہ پر پہنچے گا ہم سب نے اللہ کے اس عظیم ہدایت نامے کو چھوڑ کر خود ساختہ غیر قرآنی احکامات وضع کر کے فرقے بنا لیے ہیں ۔ جو کہ نسل در نسل چل رہے ہیں ۔

بقول علامہ اقبال

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قراں ہوکر

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ فرقہ واریت کو ختم کرنے کا واحد حل یہ ہے کہ حکومت پاکستان کم ازکم بیس آدمی جو کہ عربی گرائمر میں پی ایچ ڈی ہوں، پاکستان سے اور کم ازکم دس آدمی پی ایچ ڈی عربی گرائمر سعودی عرب کے اکھٹے کر کے ان کی یہ ڈیوٹی لگائی جائے کہ پورے قرآن کا عربی گرائمر کی رو سے سو فیصد درست ترجمہ انتہائی آسان اردو میں کریں جس میں معبود، عبادت یا درود جیسے مشکل الفاظ ہرگز استعمال نہ کئے جائیں تا کہ ایک مکمل ان پڑھ شخص تک بھی اللہ کا پیغام با آسانی پہنچ سکے اور اس ترجمہ پر نہ صرف تمام حضرات کے دستخط ہوں بلکہ ان سب سے قرآن پر یہ حلف لیا جائے کہ آپکے معمولی سے غلط ترجمے پر بھی قیامت تک عمل کرنے والوں کا گناہ آپ کے ذمے ہوگا میں یہاں دوبارہ عرض کرتا چلوں کہ ترجمہ انتہائی آسان اُردو زبان میں ہونا چاہیے اور معمولی سا بھی مشکل لفظ ہرگز استعمال نہ کیا جائے اس طرح تمام ان پڑھ لوگوں تک بھی نہ صرف اللہ کا نازل کردہ خالص دین پہنچے گا بلکہ پوری قوم کو فرقوں کے بانی تمام علماؤں اور ملاؤں کی ضرورت نہیں رہے گی

کیونکہ قرآن نہ صرف مکمل ہے بلکہ انتہائی مفصل بھی ہے۔(سورہ یوسف آیت نمبر-111)۔اس کے بعد حکومت پاکستان سختی سے صرف اسی ترجمے کو نہ صرف ریڈیو ٹی وی پر نشر کروائے بلکہ تمام پبلشرز صرف اسی ترجمے کو شائع کرنے کے قانوناً پابند ہوں۔اور باقی تمام خود ساختہ ترجمے منسوخ کر کے ضائع کروا دیے جائیں۔مزید یہ کہ تمام پبلشرز پر بغیر ترجمہ کے قرآن شائع کرنے پر پابندی ہونی چاہیے۔تا کہ ہر شخص کو اللہ کا پیغام با آسانی سمجھ آ سکے۔اور اگر ہو سکے تو صرف ترجمہ میٹرک کے کورس میں بھی شامل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔تا کہ کم از کم اگلی نسل فرقہ واریت سے محفوظ رہ سکے۔میں سمجھتا ہوں یہی واحد طریقہ ہے جس سے خالص اللہ کا پیغام ہر شخص تک با آسانی پہنچ سکے گا اور یوں نہ صرف فرقہ واریت کا جڑ سے خاتمہ ہوگا بلکہ یقیناً ہم سب ایک قرآن کے نیچے ایک قوم بن سکیں گے۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

"مفہوم سورۃ فاتحہ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

مفہوم: اللہ نے چونکہ تمام اشیاء کائنات اور بنی نوع انسان کی نشوونما کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ (رحمانیت) اور چونکہ یہ نشوونما وحی کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے اللہ نے اس عظیم کتاب کو تمام نوعِ انسانی کی طرف نازل کیا ہے۔

الحمد للہ رب لعلمین ٥

مفہوم: اللہ کا جو نظامِ ربوبیت اس کائنات میں کارفرما ہے یعنی ہر جاندار کو رزق پہنچانے کی ذمہ داری اس حیرت انگیز نظامِ ربوبیت کو دیکھ کر ہر صاحب عقل وبصیرت کی زبان پر بے ساختہ کلماتِ تحسین آجاتے ہیں اور وہ بے اختیار یہ پکار اٹھتا ہے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے تو نے یہ کائنات یونہی بے مقصد پیدا نہیں کی۔

الرحمن الرحیم٥

مفہوم: یہ صرف تیری ذاتِ واحد ہے جو اس عظیم کائنات کے ہر ذی روح کو سامانِ نشوونما بلا معاوضہ بہم پہنچاتا ہے۔

مالکِ یوم الدین ٥

مفہوم: اللہ کے اس نظامِ ربوبیت کے عملی نفاذ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس میں نہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محتاج ہوگا نہ محکوم اور اس میں تمام امور کے فیصلے اللہ کے قوانین کے مطابق ہونگے۔

ایاک نعبدو ایاک نستعین ٥

مفہوم: یہ عظیم نظام اُن لوگوں کے ہاتھوں نافذ ہوگا جو اس حقیقت کا عملاً اعلان کریں گے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی اطاعت اور محکومیت اختیار نہیں کرتے جس کا عملی طریقہ صرف کتاب اللہ کے

احکامات اور قوانین کی اطاعت ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم o

مفہوم: اور جب لوگ یہ حسین تمنائیں اور آرزوئیں لے کر میدانِ عمل میں نکلتے ہیں تو اُن کے دِلوں سے پکار اُٹھتی ہے کہ اے اللہ ہماری راہیں اتنی صاف اور روشن بنا کہ ہم بلا خوف وخطر اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔

صراط الذین انعمت علیھم o

مفہوم: یہ وہی صاف اور روشن راہیں ہیں جن پر سعادت مند اقوام سابقہ چل کر زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے بہرہ یاب ہوئی تھیں اور یوں تیرے قوانین کی اطاعت میں ایک بلند مقام پر پہنچی تھیں۔

غیرا المغضوب علیھم ولا الضالین o

مفہوم: لیکن اس کے برعکس جن اقوام نے تیرے قوانین کو چھوڑ کر ایک اپنا نظریہ حیات قائم کیا تو یہ نعمتیں اُن سے چھن گئیں۔ اور وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو گیئں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ہی جذبات کو اپنا راہ نما بنا لیا تھا۔ لہٰذا اے اللہ ہم یہ تمنا کرتے ہیں ہم تیرے ہی بتائے ہوئے نظام کو متشکل کریں تا کہ زندگی کی خوشگواریاں ہمیشہ ہمارا مقدر ہوں۔

مفہوم: چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

عقیدہ وعمل کی تصدیق

قانونِ قدرت ہے کہ ہر عمل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور اگر نتیجہ نہ نکلے تو یہ یقینی بات ہے کہ عمل درست نہیں ہوا ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ فرض کریں ہم نے کسی دوسرے شہر سے لاہور جانا ہے یعنی ہماری منزل لاہور ہے اب بسوں کے اڈے پر ان گنت بسیں کھڑی ہوتی ہیں۔ جو مختلف شہروں کو جاتی ہیں ان میں سے صرف لاہور جانے والی بس کو ڈھونڈ کر اس میں سوار ہونا ہمارا عقیدہ ہے۔اور سفر کرنا عمل ہے۔اب فرض کریں ہمارا عقیدہ درست نہیں یعنی ہم کسی اور بس میں سوار ہیں مگر عمل (سفر) بھرپور کر رہے ہیں تو یہ یقینی بات ہے کہ ہمیں منزل کبھی نہیں ملے گی۔لہٰذا عمل سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہمارا عقیدہ بالکل درست ہو اور درست عقیدہ صرف وہی ہے جو اللہ نے اپنے نازل کردہ ہدایت نامے یعنی قرآن میں مکمل تفصیل سے ہمیں سمجھایا ہے۔اور یہ اعلان کردیا ہے۔ کہ''**ومن یعتصم باللہ فقد**'' ۔۔3/101۔ترجمہ:''جس نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا یقیناً وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔'' صرف یہی نہیں بلکہ عقیدہ درست ہونے کی تصدیق کرنے کا طریقہ بھی بتادیا۔غور سے سنیئے ارشاد ہوا۔

''**واذاسالک عبادی عنی**''۔۔2/186۔ترجمہ:''اے رسول لوگ آپ سے میرے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ فرمادیں کہ میں تو ان کے بہت قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں'' لہٰذا عقیدہ اور عمل درست ہونے کا چیک یہ ہے کہ آپ کی جائیز دعا فوراً قبول ہوگی۔اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو ہمیں کھلے دل سے اپنے عقیدے پر غور کرنا چاہیے کہ وہ قرآن کے عین مطابق ہے یا نہیں۔کیا ہم اللہ کے سوا کسی اور انسان یا فرقے کے پیروکار تو نہیں۔ اور کیا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے یک طرفہ یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہماری نماز قبول ہوگئی ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے۔لہٰذا ہمیں اپنے عقیدے اور عمل کو درست

کرنے کیلئے اپنی زندگی میں سے تمام غیر قرآنی الفاظ اور افعال نکالنے ہونگے۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور ذاتی تجربہ بھی کہ خالص قرآنی ٹریک پر آنے والے شخص کی جائز اور اُسکے حق میں بہتر دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔40/60

یہاں خاص طور پر یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ دُعا کے قبول ہونے کا بھی ایک چیک ہے۔ کسی بھی کام کا ہو جانا اس بات کا ثبوت نہیں کہ دُعا قبول ہوئی ہے۔ کیوں کہ کام تو مشرکوں اور بت پرستوں کے بھی ہو جاتے ہیں۔ لہذا دُعا کے قبول ہونے کا چیک یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی ٹیکنالوجی مثلاً ٹیلی پیتھی ۔ پاور آف مائینڈ ۔ کسی موکل۔ کسی جن یا کالے پیلے علم اور تعویز وغیرہ کو استعمال کیئے بغیر خالص اللہ سے دُعا کریں اور پھر بہت ہی جلد قبول ہو جائے تو یہ دُعا قبول ہوئی ہے۔ اگر کئی دن لگ جائیں تو سمجھو وہ کام روٹین میں ہوا ہے۔ دُعا قبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ خالص قرآنی ٹریک پر چلتے چلتے اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں تو پھر اُن پر دیر والا قانون نہیں بلکہ **کن فیکون** والا قانون چلتا ہے۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

حیات بعد از ممات

ہمارے نام نہاد علمائے دین کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں پہلی رات روح واپس لوٹائی جاتی ہے اور پھر دو فرشتے منکر اور نکیر نامی قبر میں آ کر انسان سے اللہ کے حساب لینے سے بھی پہلے یہ دونوں حساب کتاب لیں گے۔اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سزا جزا بھی دیں گے ۔چنانچہ نیک آدمی کی قبر نور یعنی روشنی سے بھر دی جائے گی اور بہت ہی کشادہ کر دی جائے گی اور اس میں خوشبوئیں ہونگی وغیرہ وغیرہ۔جبکہ بدکار آدمی کی قبر بہت ہی تنگ کر دی جائے گی اور اس میں سانپ اور بچھو چھوڑ دیئے جائیں گے جو اسے قیامت تک عذاب دیتے رہیں گے۔چنانچہ یہ علمائے دین اپنی دعاؤں میں بھی یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہماری قبروں کو نور سے بھر دینا اور ہمیں عذابِ قبر سے بچانا۔

قرآن کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کے ناطے میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن چونکہ اللہ کا نازل کردہ ایک مکمل اور انتہائی مفصل ہدایت نامہ ہے اس لئے ہمیں ہر مسئلے کا جواب صرف قرآن سے ہی لینا چاہیے اور تمام غیر قرآنی عقائد کو یکسر مسترد کر دینا چاہیے۔لہٰذا آیئے اس انتہائی اہم مسئلے کا حل ہم خالص اللہ کے نازل کردہ احکامات سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا قیامت کے بعد اللہ کے حساب کتاب لینے سے بہت پہلے قبروں میں ہم سے منکر نکیر بھی حساب لیں گے؟ اور پھر سزا جزا بھی دیں گے یا نہیں؟ یہی سوال اللہ سے پوچھنے پر ہمیں جواب ملا:

انما یستجیب الذین۔۔۔ (6/36) ترجمہ:"حق بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مرُدوں کو تو اللہ قیامت کو ہی اٹھائے گا پھر سب اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے"۔

مگر ہمارا مولوی اس پر بضد ہے کہ نہیں اللہ کے پاس جانے سے پہلے منکر نکیر ہمارا حساب لیں گے اور قبروں میں سزا جزا دیں گے۔اللہ کی باری قیامت کے بعد آئے گی ایسے لوگوں کو سمجھانے

کیلئے اللہ نے متعدد آیات قرآن میں بیان فرمائی ہیں۔مثلاً سورۃ نحل میں فرمایا۔۔

اموات غیر احیاء وما یشعرون۔۔(16/21) ترجمہ:''وہ لاشیں ہیں بے جان۔انکو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھائے جائیں گے''۔سورۃ آل عمران میں فرمایا۔۔

کل نفس ذائقه الموت۔۔(3/185) ترجمہ:''ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور پھر قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا'' سورۃ عنکبوت میں فرمایا۔۔

کل نفس ذائقه الموت۔۔ (29/57) ترجمہ:''ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور پھر تم لوٹ کر ہماری ہی طرف آؤ گے۔''

ان آیات اور ایسی ہی کئی آیات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن ہی اٹھنا ہے اور موت سے قیامت تک کے ٹائم کا خود مُردے کو علم نہیں ہوگا کہ وہ کہاں ہے۔چنانچہ سورۃ نمل میں فرمایا۔۔

ویوم ینفخ فی الصور۔۔(27/87) ترجمہ:''اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں گے اور پھر سب اُس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔''

غور کا مقام ہے کہ پورے قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن نہ صرف مکمل ہے بلکہ اس میں ہر چیز کا بیان انتہائی تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پورے قرآن میں منکر نکیر اور عذابِ قبر وغیرہ کا ذکر کہیں نہیں ہے۔

ہمارے کچھ نام نہاد علماء نے یہ عقیدہ بھی وضع کر رکھا ہے کہ نبی کو موت نہیں آتی بلکہ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔جبکہ اللہ کے حکم کے مطابق ہر انسان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے شاید یہ علماء انبیاء علیہ سلام کو انسان نہیں سمجھتے بلکہ کوئی خاص آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے سنیئے!

انک میت و انهم میتون۔۔(39/30) ترجمہ:''اے رسول تم بھی مرجاؤ گے اور

تمہارے مخالفین بھی مر جائیں گے۔'' سورۃ انبیاء میں فرمایا۔۔

وما جعلنا بشر من۔۔(21/34) ترجمہ:''اے رسول ہم نے تم سے پہلے بھی کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی اور اگر تم مر جاؤ گے تو کیا تمہارے یہ مخالفین ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ یاد رکھو ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' سورۃ آل عمران میں فرمایا۔۔

وما محمد الا رسول قد خلت۔۔ (3/144) ترجمہ:''اور محمد تو صرف اللہ کے رسول ہیں۔ان سے پہلے بھی بہت پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔''

ایسی کئی آیات قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہیں مگر افسوس کہ ہم لوگ قرآن سے دوری کی وجہ سے غلط عقائد میں پھنس جاتے ہیں لیکن جو کوئی بھی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے وہ یقیناً سیدھے راستے پر لگ جاتا ہے (3/101)۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

قابلِ صد احترام محمد رسول اللہ

میں آپکا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے انتہائی سخت حالات کے باوجود اور طائف میں لہولہان ہو کے بھی اور کفارِ مکہ کے انتہائی ظلم و ستم برداشت کر کے بھی اللہ کا خالص حکم ہم تک پہنچایا۔ جس سے ہمیں روشنی ملی- مجھے ذاتی طور پر اس بات کا بہت دُکھ ہے کہ میں آپ کی زندگی میں پیدا نہیں ہوا اور نہ آپ کا مددگار بنتا۔ بہرحال میں کوشش کرتا ہوں کہ آپ کے مشن کو لے کر خالص اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ میری اس چھوٹی سی کاوش کو دیکھتے ہوئے اللہ پاک قیامت کے دن ضرور میری دلی حسرت کو پورا کرے گا اور میری آپ سے ملاقات کروائے گا۔

چوہدری افتخار الزمان

سٹوڈنٹ آف قرآن

مقصد حیات

حکم الہی =(و ما خلقت الجن والانس الالیعبدُون)51/56

مفہوم نمبر 1 = انسان اپنی گم گشتہ جنت واپس لینے کے لئے دنیا میں امتحان دینے آیا ہے۔

مفہوم نمبر 2 = امتحان زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی امتحان میں صرف وہی طالب علم بیٹھتا ہے جس نے ترقی کر کے اگلی کلاس میں جانا ہوتا ہے۔

میرے لئے اس سے بڑی خوش خبری اور کیا ہوگی کہ اللہ نے مجھے امتحان میں ڈال کر اپنے قریب لانے کے لئے چن لیا ہے۔

مفہوم نمبر 3 = ریس میں جیتنے والا گھوڑا نہیں جانتا کہ کامیابی کیا ہوتی ہے۔ وہ دوڑتا ہے تو صرف اپنے مالک کی طرف سے ملنے والی تکلیف کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔ تو جب تم کبھی خود کو تکلیف میں پاؤ تو سمجھ جانا کہ تمھارا "**مالک**" چاہتا ہے کہ جیت تمھاری ہو۔

چوہدری افتخارالزمان
سٹوڈنٹ آف قرآن

اسلام اور علمائے اسلام

دین اسلام کے حقائق سمجھنے کے بعد یہ ضروری ہوگا کہ کچھ ہمارے علماء اسلام کے بارے
میں بھی سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کی جائے۔اس وقت ہمارے ملک میں جتنے بھی بڑے بڑے علما
جن کے نام کے ساتھ مفتی یا مولانا یا صوفی وغیرہ لگتا ہے ان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے
مذہب کو کاروبار نہ بنایا ہو اور محنت مزدوری کر کے مخلصانہ طور پر اپنی حق حلال کی روزی کما تا ہو
جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثریت کروڑوں پتی بلکہ اربوں پتی ہیں۔ان کی لمبی
چوڑی زمینیں،کوٹھیاں اور کروڑوں کی گاڑیاں دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں۔ یہ نہ صرف عوام
بلکہ حکومت سے بھی مراعات لیتے ہیں۔کبھی مدرسوں کے نام پر اور کبھی مسجدوں کے نام پر۔
یہاں تک کہ صرف چاند دیکھنے کی فیس چالیس، چالیس لاکھ روپے تک لیتے ہیں۔ان کی
غیرت اور ضمیر کی قیمت صرف ایک ڈیزل کا پرمٹ لگتی ہے۔ یہ کسی بھی حکومتی ادارے کو جواب
دہ نہیں ہیں اور نہ ہی انکا کوئی آڈٹ ہے اور نہ ہی کوئی ٹیکس۔ان کے مریدین جب ان سے
ملنے کے لئے جھکتے ہیں تو سوچنے کا مقام ہے کہ وہ کس قدر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ
جھکنا صرف اور صرف اللہ کے آگے جائز ہے ورنہ شرک ہے۔ یہ دھرتی کا بوجھ اس ملک کا
صرف کھاتے ہیں اور کچھ کما کر نہیں دیتے البتہ ان کی ایک پراگرس ضرور ہے وہ یہ کہ انہوں
نے امت مسلمہ کو مسلمان نہیں رہنے دیا بلکہ ان کو وہابی، دیو بندی، بریلوی، شیعہ اور سنی وغیرہ
میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ مفتی اور مولانے جب اپنی کروڑوں روپے کی گاڑیوں میں اپنے باڈی
گارڈز کے ساتھ دورے پر نکلتے ہیں تو ان کے پیچھے ان کے مریدوں کی گاڑیوں کی ایک لمبی
قطار ہوتی ہے۔ میں آپ ہی کو منصف بنا کر پوچھتا ہوں کہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے

ایمان سے بتائیں کہ کیا محترم محمد رسول اللہ کی زندگی ایسی تھی؟؟ کیا وہ بڑی بڑی کوٹھیوں اور زمینوں کے مالک تھے؟؟ ہاں البتہ ان کے مخالفین کفار ابوجہل، فرعون، قارون، نمرود وغیرہ واقعی اربوں پتی تھے۔ کیا ہمارے ان نام نہاد مفتیوں اور مولانوں کا اسلام سے کوئی دور دور کا تعلق بنتا ہے؟؟ ادھر کروڑوں کی گاڑیوں میں بیٹھنے والے نام نہاد علماء اسلام کا قافلہ دیکھیں اور ادھر اصل اہل اسلام کا قافلہ دیکھیں۔۔ بقول شاعر

آپ پیدل ہیں سواری پہ غلام آتا ہے

واہ!!!! یہ ہے وہ اصل معراج انسانیت جن کے لئے ارشاد ہوا۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاٰ ایھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما 33/56

ترجمہ۔ "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کی تعریف کرتے ہیں (**یصلون**)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان کی تعریف کے ساتھ ساتھ انکا کہنا مانا کرو (**تسلیما**)"

یصلون کا واحد **یصلی** ہے (جیسے مثلاً آپ اور تم)۔ دیکھیئے اسی سورت احزاب کی آیت نمبر 43۔ اسی طرح **وسلمو تسلیما** کا لفظ سورہ نساء کی آیت نمبر 65 میں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کا ترجمہ دیکھیں۔

بہر حال یہاں اس مقام پر کچھ لوگ اللہ کے حکم یعنی نبی کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے کی نفی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ نبی چونکہ بہت عظیم ہوتا ہے اس لئے ان کی مثال عام آدمی سے نہیں دی جاسکتی تو آیئے اب ہم ایسے ہی لوگوں کی تسلی کے لئے محترم محمد رسول اللہ کے ایک ادنیٰ سے شاگرد جو کہ رسول نہیں تھے یعنی حضرت عمر کی مثال لے لیتے ہیں جن کے بارے میں پوری دنیا کے تاریخ دان متفق ہیں کہ انہوں نے صرف دس سال کے قلیل عرصے میں آدھی

دنیا فتح کر لی اور صرف یہی نہیں بلکہ اس میں اسلامی ریاست قائم کر کے یہ اعلان کر دیا کہ اگر کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر اسکا جوابدہ ہوگا۔ بہر حال مختصراً آپ کی زندگی کی صرف ایک مثال بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جب دن رات فتوحات کا سلسلہ جاری تھا تو آپ نے قیصرو کسریٰ جو کہ اس وقت کا امریکہ تھا کو خط لکھا کہ یا خود کو سرنڈر کر دو یا جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ خط ملنے پر پورا قیصر و کسریٰ ہل گیا اور یقین ہو گیا کہ اب عمر نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے پروگرام بنا کر ایک وفد تیار کیا اور ہیرے جواہرات اور سونا چاندی وغیرہ کے تحائف اونٹوں اور گھوڑوں پر لاد کر سفید جھنڈا امن کا لہرا کر یہ وفد مدینہ کی طرف چل پڑا۔ امن کا پیغام لئے جب یہ وفد مدینے میں داخل ہوا تو ایک عربی بدو سے پوچھا کہ ہم فلاں ملک سے آئے ہیں اور امیر المومنین عمر سے ملنا چاہتے ہیں۔ انکا محل یا کوٹھی وغیرہ کہاں ہے؟؟۔ عربی بدو نے انہیں غور سے دیکھا پھر ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ دور ایک آدمی گارے میں اپنی ٹانگیں مار رہا ہے۔ وہ عمر ہے۔ وفد نے سوچا کہ یہ آدمی پاگل ہے۔ کسی عام مزدور کو عمر بتا رہا ہے۔ چنانچہ وہ کسی دوسرے عربی کے پاس گئے اور یہی سوال کیا۔ اس نے بھی ادھر ادھر دیکھ کر بتایا کہ وہ دور ایک آدمی گھر کیلیئے گارا بنا رہا ہے۔ وہ امیر المومنین عمر ہے۔ وفد نے سر پکڑ لیا اور کہا کہ اگر یہ عمر ہے تو پھر ہم اسے فتح نہیں کر سکتے۔ بہر حال وہ وہاں پہنچے اور پوچھا کہ آپ امیر المومنین عمر ہیں؟؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں ہی عمر ہوں۔ پھر وفد نے بتایا کہ ہم قیصر و کسریٰ سے آئے ہیں کچھ تحائف لے کر اور آپ سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ ہمارے آفس یعنی مسجد نبوی میں ٹھہریں میں ابھی اپنی ٹانگیں وغیرہ دھو کر آتا ہوں۔ اب میں آپ ہی کو منصف بنا کر حضرت عمر کی زندگی اور ہمارے آج کے نام نہاد علماء کی زندگی کا موازنہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

بہر حال یہ وہ تلخ حقائق ہیں جنہیں سمجھنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔کیا آج ایک غریب مرید اپنے بڑے حضرت نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت یا پیر صاحب سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ میرے حصے میں یہ پرانی سائیکل اور تمہارے حصے میں یہ بڑی لینڈ کروزر کیسے آ گئی؟؟ پیر صاحب تو شاید اسکا جواب نہ دیں مگران کا پالتو باڈی گارڈ ایک زوردار تھپڑ کی صورت میں جواب ضرور دے گا۔ان ہی پیروں مریدوں اور طالب ومطلوب کے بارے میں اللہ کا سخت حکم کس حد تک ہے۔آپ بھی سنئیے۔

یا ایھاالناس ضرب۔۔22/73

ترجمہ۔۔"جولوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کے پاس جاتے ہیں انکی طاقت یہ ہے کہ وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اور اگر ہماری بنائی ہوئی مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس کو واپس نہیں لے سکتے۔دراصل طالب ومطلوب دونوں جہالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔"

اللہ کے اس صاف اور سخت حکم کے بعد کسی بھی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔

چوہدری افتخار الزماں

سٹوڈنٹ آف قرآن

الربوٰ یعنی سود

دین اسلام کا ایک اور بہت ہی بڑا گناہ جسے قرآن کی اصطلاح میں الربوٰ اور اردو میں سود کہا جاتا ہے کے بارے میں اللہ کا بہت ہی سخت حکم یہ ہے کہ یہ اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ (2/279)۔ چنانچہ ہمارے لئے یہ بہت ہی ضروری ہوگا کہ ہم قرآنی الربوٰ کا مفہوم گہرائی سے سمجھنے کے بعد اس سے سختی سے بچیں۔ ہمارے ہاں مختلف قسم کے مکاتب فکر کے لوگ رہتے ہیں اور سب کے نزدیک اسکا مفہوم الگ ہے۔ مثلاً کچھ علماء بنک کے منافع کو سود کہتے ہیں، کچھ علماء کہتے ہیں کہ نہیں بنک چونکہ رسول اللہ کے زمانے میں نہیں تھے لہذا سود نجی طور پر کسی کو قرض دے کر زیادہ پیسے واپس لینے کو کہتے ہیں۔ ایک طبقہ ءفکر یہ کہتا ہے کہ سود دراصل اس آمدنی کو کہتے ہیں جس میں انسان کی محنت شامل نہ ہو یعنی پیسے پر پیسہ آئے۔ چنانچہ اس لحاظ سے مکان کا کرایہ بھی سود ہوگا۔ ہماری قوم کا المیہ یہ ہے کہ ہم خالص کتاب اللہ یعنی قرآن سے مسئلے کا حل ڈھونڈنے کی بجائے مولویوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یوں حقیقت سے بہت دور ہو جاتے ہیں لہذا بحیثیت مسلمان اور قرآن کے طالب علم ہونے کے ناطے ہمیں اس کا مفہوم خالص قرآنی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے اور پھر اسی مفہوم کے تحت اپنی زندگی سے سود جیسی لعنت کو ہمیشہ کے لئے نکال دینا چاہیئے۔ آیئے اب ہم خالص اللہ کے احکامات کی روشنی میں سود کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورہ بقرہ میں ہے کہ

وان تبتم فلکم رئوس اموالکم۔۔۔۔2/279.280

ترجمہ۔۔ "اور اگر توبہ کرلو گے اور قرض لینے والے سے زیادہ رقم یعنی سود کو چھوڑ دو گے تو تم کو

اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان نہ تمہارا نقصان اور اگر قرض لینے والا زیادہ تنگ دست ہو تو اس کو کشائش تک مہلت دو اور اگر تم قرض کی رقم ہی بخش دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ تم سمجھو"

اللہ تعالی کی دی گئی اس مثال کی تہہ میں پوشیدہ اصول کو اگر ہم سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ صاف طور پر سمجھ آئے گا کہ کسی بھی کمزور اور پسماندہ انسان کی ہر لحاظ سے مدد کرنا عین اللہ کی خوشنودی ہے اور اس کمزور اور مجبور انسان کی مجبوری سے الٹا فائدہ اٹھانا الرٰبو یعنی سود ہے۔ضروری نہیں کہ وہ صرف کیش کی ہی شکل میں ہو۔لہذا اس بنیادی اصول کے تحت ہم اپنی زندگی کے ہر پہلو کو چیک کر سکتے ہیں کہ ہماری عملی زندگی میں سود کیا ہے اور اللہ کی خوشنودی کیا ہے؟؟

چوہدری افتخار الزماں

سٹوڈنٹ آف قرآن

ایصال ثواب

ہمارے نام نہاد علماء کرام نے اپنے اور اپنے مریدین کی پیٹ پوجا کے لئے حسب روایت مذہب کو کاروبار بناتے ہوئے ایک عقیدہ وضع کیا ہے جس کے تحت اگر آپ کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے تو اگر آپ ہم سب کی خوب پیٹ پوجا دیگیں وغیرہ پکا کر کریں تو ہم قرآن پڑھ کر اس کا ثواب آپ کے مردے کو پہنچا سکتے ہیں اور یوں وہ جنتی ہوسکتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن پڑھ کر اس کا ثواب دوسرے تک پہنچا سکتا ہے تو پھر میں ایک مولوی صاحب کو کرائے پر لے لیتا ہوں اور اسکی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں کہ وہ اپنی نماز کے ساتھ ساتھ میرے نام کے دو فرض بھی پڑھتا رہے اور یوں میری نمازوں کی چھٹی ۔مزید یہ کہ بقول علماء کرام اگر ثواب منتقل ہوسکتا ہے تو پھر گناہ بھی یقیناً منتقل ہوسکتے ہیں لہذا میں اپنی زندگی کے تمام گناہ اپنے کسی دشمن کو بخش کر اسے دوزخی بنا سکتا ہوں اور خود جنتی بن سکتا ہوں جبکہ حقیقت میں یہ بات ہر شخص کو سمجھنی چاہیئے کہ قانون قدرت ہے کہ جو کوئی بھی جیسا عمل کرے گا اسکا صلہ بھی اسی کو ملے گا۔ مثلاً پڑھائی کرنے والے کو ہی علم حاصل ہوگا دوسرے کو نہیں۔ بہرحال آیئے اب اس بات کو خالص کتاب اللہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

لیس بامانیکم ولاامانی---4/123

ترجمہ--"یادرکھو نجات نہ تو تمہاری آرزوں پر ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوں پر۔ جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو بھی اپنا حمایتی یا مددگار نہیں پائے گا۔"

مگر ہمارے علماء کرام حکم الٰہی کی نفی کرتے ہوئے اس پر بضد ہیں کہ نہیں ہم کسی بھی گنہگار کو اپنی آرزوں اور دعاوں کی مدد سے نجات دلا سکتے ہیں بشرطیکہ ہماری خوب پیٹ پوجا کی جائے۔ بہر حال ان لوگوں کو میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ اس دنیا کی عظیم ترین شخصیت محترم محمد رسول اللہ کے لئے بھی اللہ کا کیا حکم ہے؟؟

قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا۔۔72/21

ترجمہ۔۔"اے رسول آپ فرما دیں کہ میں تمہارے حق میں کسی قسم کا نفع یا نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔" کسی کے نفع ونقصان کا اختیار تو کیا حتیٰ کہ رسول خود اپنے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔

قل لااملک لنفسی ضرا والا نفعا۔۔7/188+10/49

ترجمہ۔۔" کہہ دیجیئے اے رسول کہ میں تو اپنے نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔" مزید یہ کہ نہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ اٹھائے گا۔سورہ نجم میں فرمایا۔

الا تذرو وازرۃ وزراخرٰی۔۔ 53/38

ترجمہ۔۔"اور کوئی بھی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"اس طرح کی متعدد آیات قرآن میں موجود ہیں مگر ہمارے علماء بضد ہیں کہ نہیں ہم قرآن پڑھ کر کسی بھی شخص کی نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔اسی ضمن میں ایک بہت ہی اہم نکتہ جسے ہر شخص کو لازمی طور پر سمجھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ سب سے برا معاشرہ وہ ہوتا ہے جس میں ظلم اور ناانصافی عروج پر ہو۔اگر ہم تحقیق کر کے ان برائیوں کی جڑ تک پہنچیں تو یہ عیاں ہوگا کہ ظلم اور ناانصافی کی بنیادی وجوہات رشوت اور سفارش ہیں۔کسی عدالت میں انصاف نہ ملنے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہاں مجرم کے حق میں رشوت یا سفارش چل جاتی ہے۔اسی طرح ایک کوالیفائیڈ انسان کو

وہ نوکری جس کا وہ حق دار ہے اس لئے نہیں ملتی کہ وہاں کوئی سفارشی پہنچ جاتا ہے اور یوں معاشرے میں ظلم اپنے انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کا قرآن میں متعدد مقامات پر یہ وعدہ ہے کہ روز محشر کسی پر نہ ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ناانصافی ہوگی۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے ہاں کسی بھی قسم کی سفارش نہیں چلے گی خواہ سفارشی جتنا مرضی عظیم انسان ہو۔ ہمارے ہاں ایک یہ عقیدہ بھی عام ہے کہ محترم محمد رسول اللہ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔ اگر ایسا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ مظلوم جسے دنیا میں انصاف نہ ملا اسے اللہ کے دربار میں بھی انصاف دلانے میں سب سے بڑی رکاوٹ خود رسول اللہ ہوں گے کیونکہ وہ ظالم کے سفارشی ہونگے۔ چنانچہ اسی عقیدے کو سختی سے رد کرتے ہوئے اللہ نے متعدد مقامات پر فرمایا۔

واتقو ایومالآ تجزی۔۔۔2/48+2/123

ترجمہ۔۔"اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کسی کی سفارش منظور کی جائے گی اور نہ کسی سے کسی کا بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ لوگ کسی اور طرح کی مدد حاصل کرسکیں گے۔" اس طرح کی آیات قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ اختصار کے لئے ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ ہم کسی بھی مرحوم ہر اس شخص کے لئے صرف اور صرف دعا کر سکتے ہیں جس نے زندگی میں کبھی شرک نہ کیا ہو ورنہ دعا کرنا بھی جائز نہیں۔ سورہ توبہ میں فرمایا۔ **ماکان اللنبی ولذین**۔۔9/113۔۔

ترجمہ "پیغمبر اور مسلمانوں کے شایان نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ شرک کرنے والے اہل دوزخ ہیں تو ان کے لئے بخشش مانگیں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔"

چوہدری افتخار الزماں

سٹوڈنٹ آف قرآن

یا اللہ پاک آپ کہاں ہو؟

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے اکثر لوگوں کے دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی اللہ ہے بھی یا نہیں؟ اِن کے خیال میں اس دنیا کی ہر چیز مختلف قسم کی مادی اشیاء اور کیمیکلز وغیرہ کے باہمی ملاپ کا نتیجہ ہے۔ ایک انگریز فلاسفر لکھتا ہے کہ اگر خدا نہ ہوتا تو لوگوں کو لازماً ایک مصنوعی خدا ایجاد کرنا پڑتا۔ کیونکہ جو لوگ دنیا میں کسی وجہ سے معاشی طور پر پیچھے رہ گئے ہیں یا دُکھی ہیں وہ اپنے دِل کو سہارا دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ جن کا کوئی نہیں اُن کا خدا ہے۔ چنانچہ اسی تصور کی بنیاد پر دنیا میں مختلف مذاہب ایجاد ہوئے۔ علاوہ ازیں اس کی ایک اور بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان فطری طور پر ڈرپوک پیدا ہوا ہے۔ جس میں موت کا ڈر بنیادی حیثیت رکھتا ہے انسانی لاشعور یہ سوچتا ہے کہ جب ہم مر جائیں گے تو لوگ ہمیں منوں مٹی تلے دفن کر دیں گے۔ اور پھر وہاں سانپ اور بچھو وغیرہ آ جائیں گے۔ اور ہم میں تو ہلنے تک کی طاقت نہیں ہو گی اور یوں ہمارا نہ جانے کیا حال ہو گا۔ جو لوگ اس دنیا میں مضبوط دِل کے مالک ہوتے ہیں وہ انسانوں کی اس بنیادی کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہب کے ٹھکیدار بن کر کمزور دِل اور کم علم انسانوں کو اپنا مرید بناتے ہیں اور پھر انہیں گارنٹی دیتے ہیں کہ ہم اللہ کے خاص بندے ہیں اور ہم تمھیں نہ صرف قبر کے عذاب سے بچائیں گے بلکہ جنت میں بھی لے کر جائیں گے۔ اور یوں مذہب اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ یہ ہے اللہ کو نہ ماننے والے مادیت پرستوں کی بڑی دلیل۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ زندگی کیسے شروع ہوئی تو ایک گروہ کا خیال تھا کہ اس کی وجہ چاند ہے۔ جب چودھویں کا چاند اپنے عروج پر ہوتا ہے تو سمندر میں مدو جزر پیدا ہوتا ہے جس سے سمندر میں بڑی لہریں پیدا ہوتی ہیں اور یوں دور تک ساحل کی

مٹی گیلی ہو جاتی ہے وہاں ہوا بھی ہوتی ہے اور دھوپ وغیرہ بھی جن کے باہمی ملاپ سے سبز رنگ کی کائی پیدا ہوتی ہے جو کہ پہلی زندگی ہے۔ پھر لاکھوں سال لگے وہاں جراثیم وغیرہ پیدا ہوئے اور باہمی ملاپ سے مختلف قسم کے جانور پیدا ہوئے اور یوں بندر کی ایک قسم نے انسان کا روپ دھار لیا۔

مادہ پرست لوگ چونکہ کسی بھی غیر مادی قوت یا غیر مادی چیز کو نہیں مانتے اور نہ ہی کسی مذہب یا مذہبی کتاب کو مانتے ہیں لہذا ہمیں خالصتاً عقلی دلائل کی بنیاد پر یہ سمجھنا پڑے گا کہ کیا واقعی اِس دنیا میں مادے کے علاوہ کوئی غیر مادی چیزیں یا طاقتیں اپنا وجود رکھتی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہی وہ واحد راستہ ہے جو ہمیں اللہ کے وجود کی پہچان کروائے گا۔ تو آیئے اب ہم خالص عقل کی بنیاد پر اُس غیر مادی قوت جو کہ مادہ کو کنٹرول کرتی ہے، کے وجود کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مادہ پرستوں سے میرا ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا وہ مجھے کوئی ایسی مادی چیز یا کیمیکل وغیرہ بتا سکتے ہیں جس میں قوت فیصلہ ہو؟ یعنی میں اگر اُس مادی چیز سے کوئی سوال کروں تو وہ میرا سوال سُن کر دوسری مادی چیز سے ملاپ وغیرہ کر کے مجھے سوال کا جواب بول کر دے؟ اور اُس مادی چیز کے اندر جذبات وغیرہ بھی ہوں؟ یا پھر اُس مادی چیز کے اندر سوچنے کی صلاحیت بھی ہو جسے استعمال کر کے وہ مجھے کوئی مشین یا کمپیوٹر وغیرہ بنا کر دے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا پورا مادی جسم مختلف قسم کے صرف اوزاروں کا مجموعہ ہے۔ اس پورے جسم کے اندر ایک ایسی غیر مادی چیز ہے جو سوچتی بھی ہے، جذبات بھی رکھتی ہے اور پھر اِن مادی اوزاروں کو استعمال کرتے ہوئے مختلف قسم کے دنیاوی کام کرتی ہے جسے زندگی کہتے ہیں۔ اور جب یہ غیر مادی چیز اس میں سے نکل جاتی ہے تو یہی درست اوزار کام

کرنا بند کر دیتے ہیں لہذا ثابت ہوا کہ غیر مادی چیز ہی وہ اصل طاقت ہے جو کہ مادی جسم کے اوزاروں کو استعمال کرتے ہوئے دنیاوی کام کرتی ہے۔علاوہ ازیں یہاں یہ بات بھی خاص طور پر انتہائی غور طلب ہے کہ ہمارے مادی جسم کی پرورش بھی صرف اور صرف اِس غیر مادی چیز کی موجودگی میں ہی ہوتی ہے۔ورنہ نہیں۔یعنی ہم جو بھی خوراک کھاتے ہیں اُسے جسم کا حصہ بنانے کے لئے یہ غیر مادی چیز بطور عمل انگیز کے بھی کام کرتی ہے۔اور اب اگلا سوال یقیناً یہی ہوگا کہ یہ غیر مادی چیز (جو کہ زندگی ہے) پیدا کون کرتا ہے اور اس کو جسم میں ڈالتا کون ہے؟ اور پھر نکالتا کون ہے؟ وہ کون سی اِس انتہا کی غیر مرئی طاقت ہے جو یہ کام روزانہ لاکھوں بار کرتی ہے جب کہ دنیا کے تمام لوگ اور سائنسدان مِل کر بھی یہ کام زندگی میں ایک مرتبہ بھی نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی اُس غیر مادی چیز کو خود پیدا کر سکتے ہیں۔آیئے ایک بار پھر ہم اِس انتہا کی لامحدود طاقت رکھنے والی عظیم ترین ہستی کے وجود کو ایک اور زاویے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم جس دنیا میں رہتے ہیں اسے مادی دنیا کہا جاتا ہے۔مادہ کی تعریف یہ ہے کہ یہ وزن رکھتا ہے اور جگہ گھیرتا ہے۔مادے کی اگر ہم تحقیق کریں تو یہ اربوں کھربوں ایٹموں سے مل بنا ہے۔ ہر ایٹم کے اندر الیکٹرونز اور پروٹانز ہوتے ہیں۔ایک ایٹم کے اندر جتنے زیادہ الیکٹرونز ہونگے وہ مادہ یا ایلیمنٹ اتنا ہی وزنی یعنی کثیف ہوگا اور جگہ کم گھیرے گا۔اس کے برعکس کم الیکٹرونز رکھنے والا ایٹم بہت کم وزنی یعنی لطیف ہوگا اور جگہ زیادہ گھیرے گا۔ہم نے ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے جنہیں ٹھوس، مائع اور گیس کہتے ہیں۔ ہماری اس مادی دنیا میں گیس لطیف ترین چیز ہے۔اگر ہم زندگی کی تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ کثیف مادے میں رہنے والی چیز لطیف مادے میں زندہ نہیں رہ سکتی۔اسی طرح لطیف مادے کی زندگی کثیف مادے میں

زندہ نہیں رہتی ۔مثلاً پانی میں رہنے والی مخلوق ہوا میں زندہ نہیں رہ سکتی اور ہوا میں رہنے والی مخلوق پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی ۔گیسوں کی تحقیق کرنے پر ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سب سے لطیف گیس ہائیدروجن ہے جس کے ایٹم میں صرف ایک الیکٹرون ہوتا ہے یعنی یہ ثابت ہوا کہ ہماری اس مادی دنیا کی لطیف ترین چیز ہائیڈروجن ہے جس کا ایٹم دیکھتے ہوئے فرض کریں میں اسے 1+ نمبر دیتا ہوں ۔ یہ مادی دنیا میں سب سے زیادہ جگہ گھیرتی ہے یعنی پورے کمرے میں بھری ہائیڈروجن کا وزن شاید ایک گرام بھی نہ ہو۔اس پوری مادی دنیا کو "عالم ناسوت" کہا جاتا ہے۔اگر ہم تصور کریں کہ عالم ناسوت سے زیادہ لطیف عالم تو وہ 1+ سے کم یعنی صفر ہوگا جس کا مطلب ویکیوم ہے۔ جہاں کسی بھی زندگی کا وجود نہیں ہے اور اگر فرض کیا ہم اس سے بھی لطیف میڈیم کا خیال کریں یعنی 1- کا تو اس کو "عالم ملکوت" کہتے ہیں ۔اس عالم کے دو حصے ہیں ۔ایک کم لطیف اور دوسرا زیادہ لطیف ۔کم لطیف پورشن میں جنات ،مئوکل اور چڑیلیں وغیرہ رہتی ہیں جبکہ زیادہ لطیف پورشن میں ملائکہ یعنی فرشتے رہتے ہیں ۔ہم چونکہ مادی دنیا میں رہنے والے ہیں لہذا ہم خود عالم ملکوت میں نہیں جا سکتے ۔ عالم ملکوت میں رہنے والی مخلوق چونکہ غیر مادی ہے اس لیے اس کا کسی بھی جگہ چلے جانا انتہائی آسان ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ گزرے ہوئے لمحات کا ادراک بھی کر سکتے ہیں اور جہاں مادی مخلوق نہیں جا سکتی وہاں کی معلومات لانا ان کے لئے بہت آسان ہوتا ہے۔انسان خود تو عالم ملکوت میں نہیں جا سکتا البتہ اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے اللہ نے انسان کو ایک ایسی چیز عطا کی ہے جو اس غیر مادی عالم میں جا سکتی ہے اور وہ ہے لاشعور ۔چنانچہ ہم مختلف قسم کی ریاضتیں اور محنتیں کر کے اپنے لاشعور کو اس عالم ملکوت کے کم لطیف پورشن میں بھیج کر معلومات حاصل کر سکتے ہیں ۔اس کے بعد مزید لطیف پورشن آتا ہے جس میں ملائکہ رہتے ہیں ۔ وہاں کوئی انسان

اپنے لاشعور کو بھی نہیں بھیج سکتا اور نہ ہی اپنے نچلے پورشن والی مخلوق یعنی جنات وغیرہ جا سکتے ہیں۔ اگر جانے کی کوشش کریں تو انکے پیچھے دہکتا ہوا انگارہ لگتا ہے (شہاب ثاقب۔ 37/10)۔اس کے بعد اس عالم سے بھی لطیف عالم جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا وہ "عالم جبروت" ہے جسے فرض کریں میں 2- نمبر دیتا ہوں۔ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ عالم ہماری سوچ سے بھی کروڑوں اربوں گنا زیادہ لطیف ہوگا۔اس عالم میں صرف چند ملائکہ مثلاً جبرائیل وغیرہ کو جانے کی اجازت ہے جو کہ وحی لایا کرتا تھا۔ اس کے بعد "عالم لاہوت" ہے جہاں اس کائنات کی کوئی بھی چیز نہیں جا سکتی اور نہ ہی اس کے بارے معلومات مل سکی ہیں جسے ہم فرضی طور پر 3- کا نمبر دیں گے۔اس عالم کے بارے میں ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔

بقول شاعر۔

جلتے ہیں جبرائیل کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

بہرحال اس سے بھی لطیف عالم جسے ہم فرضی طور پر 4- نمبر دیں گے وہ "عالم ہاہوت" ہے۔یقیناً اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ وہاں کیا ہے؟اور پھر اس سے بھی زیادہ لطیف عالم جس کو کوئی فرضی نمبر بھی نہیں دیا جا سکتا۔۔۔لطافتوں کی ان انتہاؤں پر یقیناً اس کائنات کی کوئی بھی چیز اپنے وجود تک کو قائم نہیں رکھ سکتی، وہاں صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔میں نے شروع میں کہا تھا کہ جتنی لطیف چیز ہوگی اتنی ہی جگہ زیادہ گھیرے گی چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا

واسع کرسی السموات والارض۔2/255

ترجمہ۔"اور اسکی کرسی یعنی حاکمیت زمینوں اور آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ اس کی

حفاظت میں تھکتا نہیں ہے اور (لوگو) وہ تمہارے تصورات سے بھی زیادہ عظیم ہے "۔
اے خالق کائنات، بے شک پوری کائنات کا ایک ایک ذرہ تیرے آگے سربسجود ہے۔ یا اللہ پاک ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ تو ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی تمام مخلوقات پر بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ مہربان ہے۔

چوہدری افتخار الزماں
سٹوڈنٹ آف قرآن

عجم کا طریقہء واردات

عجم نے تمام امت مسلمہ کو اللہ اور قرآن سے دور کرنے کے لئے جہاں ان گنت طریقے استعمال کئے ہیں وہاں ایک زبردست طریقہء واردات یہ اپنایا کہ انہوں نے اپنی بنائی ہوئی شرک سے بھری نعتوں کی موسیقی اتنی خوبصورت بنائی جیسے بہت ہی پرانے سدا بہار انڈین اور پاکستانی دکھ بھرے گانے ہوتے تھے اور جب یہ عجم زدہ لوگ کسی بھی مقام پر خوبصورت سر لگا کر یہ شرک بھرا کلام گاتے ہیں تو زیادہ تر کم علم اور کمزور دل لوگ الفاظ پر غور کئے بغیر ان کی سروں میں کھو جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ ان کے دلوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور پھر یہی سر یہ خود گنگنانے لگتے ہیں اور یوں بہت جلد ان کا مذہب ہی تبدیل ہو جاتا ہے اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر رسولوں ،اماموں، مفتیوں اور صوفیوں کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ خود کو یہ دلاسہ دے کر یہ لوگ ہمارے سفارشی اور نجات دہندہ ہیں۔ شخصیت پرستی کی ان انتہاوں پر پہنچنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ہمیں رزق اللہ دیتا ہے۔ ہمارے سیاہ سفید کا مالک اللہ ہے۔ زندگی موت اللہ کے پاس ہے۔ مر کر ہم نے اللہ کے پاس جانا ہے۔ ہماری جنت دوزخ کا فیصلہ اللہ کے پاس ہے۔ جب تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں تو پھر یہ درمیان والے سب لوگ کون ہیں؟؟ اس انتہائی ضروری سوال کا جواب اللہ نے پرزور الفاظ میں ہمیں کیا دیا۔ غور سے سنیئے۔

واتقو یوما لا تجزی نفس شیئا۔۔۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر 48 اور 123)

ترجمہ: "اور اس دن سے ڈرو جب کوئی بھی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے گی اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ لوگ کسی اور طرح کی مدد حاصل کر سکیں گے۔"

چوہدری افتخار الزماں

سٹوڈنٹ آف قرآن

صدائے دِل

یارب العالمین اس میں شک نہیں کہ تو دِلوں کے اندر سے گزرنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے۔ یااللہ پاک تو نے مجھے جتنا بھی علم دیا اور جتنی بھی ہمت دی اُسے مکمل طور پر بروئے کار لاتے ہوئے انتہائی نیک نیتی سے میں نے تیرے خالص پیغام کو لگی لپٹی رکھے بغیر تیرے بندوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تو قیامت کے دن میری اس چھوٹی سی کاوش کو ضرور قبول فرمائے گا۔ اور اگر تو میرے گناہوں پر مجھے عذاب دے گا تو میں تو تیرا چھوٹا سا بندہ ہی ہوں اور اگر تو مجھے بخش دے گا تو بے شک تو بہت ہی بڑا بخشنے والا ہے بڑی ہی رحمتوں والا ہے۔ 5/118

چوہدری افتخارالزماں

سٹوڈنٹ آف قرآن